ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۶ر جون ۱۹۶۱ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

۲۵ پیسے

غازیانِ اسلام و یارانِ نبیؐ

(نور محمد کالاباغ)

آشناؤں تجھ کو میں ان غازیوں کی داستاں
مصطفیٰؐ کے دین کے وہ عمر بھر ناشر رہے
اوّلیں ہے حضرتِ صدیقؓ کا ان میں شمار
بعد اُن کے ہیں عمرؓ فاروق اعظم باکمال
بعد از فاروق اعظمؓ حضرتِ عثمانؓ ہیں
پھر علیؓ مرتضیٰ شیرِ خدا ہیں لا فتےٰ
مصدرِ رُشد و ہُدیٰ ہیں جانشینانِ رسولؐ
اُلفت و اخلاص باہم دائمی اُن میں رہا
خالدِؓ جرّار، حمزہؓ، اور حسینؓ ابن علیؓ
پیکرِ صدق و صفا تھے، مخزنِ اسرار تھے
درحقیقت اُن کے دم سے دین کی عظمت تھی

دینِ قیّم پر فدا کر دی جنہوں نے جسم و جاں
صحبتِ محبوبِ حق میں روز و شب حاضر رہے
جن کے دم سے آگئی باغِ رسالت میں بہار
سطوتِ ایران و روما کی جنہوں نے پائمال
پیکرِ حلم و حیا ہیں، ناشرِ قرآن ہیں
ہر وغا میں لشکرِ باطل پہ جو غالب رہا
اُن کے دم سے دینِ حق کے ہو گئے زندہ اُصول
آبروئے دین پر اپنا دیا سب کچھ لُٹا
بوذرؓ و سلمانؓ و طلحہؓ، جملہ اصحابِ نبیؐ
اللہ اللہ وہ اَشِدّاءُ علی الکفّار تھے
ان کی جاں بازی سے یکسر قوّتِ باطل مٹی

نام ہے رخشندہ انورؔ اُن کا دنیا میں مدام
عشقِ احمدؐ میں ہوئی ہے زندگی جن کی تمام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۵ ۔ شمارہ ۲
۲ر محرم الحرام ۱۳۸۱ھ
مطابق
۱۶ر جون ۱۹۶۱ء



اس شمارے میں



شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے فی پرچہ ۲۵ پیسے
فون ۶۶۵۴۵

ہدایت



احباب سے گزارش ہے۔ کہ خدام الدین کو پڑھنے کے بعد ردی میں فروخت نہ کریں بلکہ کسی اور ضرورت مند دوست کو یا طالب علم کو دے دیں یہ آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا ورنہ ردی میں فروخت کرنے کا گناہ آپ کے ذمہ ہوگا۔

اداریہ

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب کا وصال
اور غیر معمولی خلا

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال اگرچہ فی ذاتہ اپنی قسم کا نیا واقعہ نہیں ہے۔ یہ دار دنیا جائے قرار نہیں ہے۔ اور نہ یہ زندگی کوئی زندگی ہے۔ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ (زندگی تو دار آخرت کی زندگی ہے)

مبارک ہیں وہ نفوس قدسیہ جنہوں نے قلب سلیم پایا اور دار فانی سے دل نہ لگایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صحت ونعمت اور عمر کی قدر کرتے ہوئے ان کو اسی کی راہ میں خرچ کیا۔ ایسے بندگان خدا جاتے وقت اپنے محبوب حقیقی کے شوق لقا میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی انکے عشق صادق کی عزت افزائی فرماتے اور ان کو شرف ملاقات سے نوازتے ہوئے ان کو اپنے ہاں بلا لیتے ہیں مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ (کہ جو اللہ تعالیٰ کے وصال کو چاہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے لقاء کو چاہتے اور محبوب رکھتے ہیں) ان حضرات کے اعزاز و اکرم اور عیش و آرام پر خدائی حکمت ومصلحت کے حجاب نہ ہوتے تو پھر کون ہوتا جو دنیوی مصروفیات اور مادی حالات میں منہمک رہ سکتا بہر حال ایسے اللہ والے تو یہاں سے جاکر ہی فائز المرام اور واصل مطلوب ہوئے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ کاش ہمارے پسماندگان کو ہماری اس حیات کی اطلاع ہو۔ خوش قسمت ہے۔ وہ اولاد جن کو اپنے باپ کے بارہ میں جس مقام اور رضاء رب الانام کا یقین ہو۔ اور ہونا چاہئے۔ اس اولاد کو جن کے والدین یا آباء واجداد جادۂ حق اور صراط مستقیم سے ڈگمگا کر سفر آخرت میں دولت ایمان و اسلام سے تہی دامن چل بسے ہوں۔ کاش کہ یہ لوگ شعائر دین سے استہزاء اور احکام اسلام کا استخفاف کرکے ابدی لعنت اور دائمی عذاب کے مستحق نہ ہوتے۔

بہر حال نفوس قدسیہ تو جاتے وقت رفیق اعلیٰ ہی کو محبوب رکھتے۔ اور جلد از جلد اس پل کو عبور کرنا چاہتے ہیں جو عاشق و محبوب کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ (موت تو ایک پل ہے جو محبوب کو محبوب سے ملا دیتا ہے۔) تکلیف اور پریشانی پسماندگان کو ہوتی ہے جو ایسے اکابر کی سرپرستی رہنمائی اور برکات سے محروم ہو جاتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ کی وفات اچانک ہو جانے سے اہل ملک اور خاصکر دیندار طبقات کو غیر معمولی صدمہ ہوا۔ اس سے ملک میں ایک ایسا غیر معمولی خلا پیدا ہوا جس کی تلافی مشکل ہے۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم یہی نہیں کہ مرنجان مرنج اور باخدا بزرگ تھے بلکہ ان کی ذات سے اسلام اور علوم اسلام کو جو فوائد پہنچے وہ رہتی دنیا تک ان کی یادگار اور صدقات جاریہ ہوں گے۔ بزرگان و اکابر دیوبند جن کا سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوکر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب

قطعہ تاریخ

بر وفات مخدوم العلماء والصلحاء حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ
بانی ومہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

محمد حسن آیت ذوالجلال | محمد حسن راز دار جمال
فقیہہ زماں مفتیٔ دین حق | امام و خطیب عدیم المثال
رموز شریعت ز حرفش عیاں | طریقت بہ اسرار بر لب مقال
پیام اجل را چو لبیک گفت | رواں شد روانش بہ نعم المآل
بیا فتاد بر فرق وابستگاں | تو گوئی کہ کوہ غم لازوال
چو ہاتف سرم در گریبان فکر | نگوں دید گفت از رہ ارتجال

بگو از دل غمزدہ سال وفات
برفت از جہاں مفتیٔ باکمال

۳۷+۷ ھ ۱۳ ۱۳۸۰ھ

عارف ہوشیارپوری خازن جامعہ مدینہ لاہور

بیگم شیخ مرید احمد گجرات

فضیلت شکر

اللہ تعالےٰ نے شکر کے معاوضہ میں بغیر کسی استثناء کے زیادتی نعمت کا وعدہ دیا ہے۔ فرمایا (لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ) اگر تم شکر کروگے۔ تو تمہیں اور زیادہ دوں گا۔ شکر طاعت ہے۔ اور شکایت معصیت۔ انسان کا اپنے مولا کے آگے گڑگڑانا اور ذلیل ہونا عزت ہے۔ ایک انسان کا دوسرے انسان کے پاس اپنے خالق کی شکایت کرنا نہایت ذلت و خواری رسوائی و قباحت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ وہ جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں۔ تم اللہ کے پاس رزق تلاش کرو۔ اور اسی کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو۔ نیز فرمایا کہ وہ لوگ جن کو سوائے اللہ کے پکارتے ہو تمہاری طرح ہمارے بندے ہیں۔

جب کنوز کے جمع کرنے کی مذمت نازل ہوئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ ہم کون سے خزانے جمع کریں۔ فرمایا کہ اختیار کرو ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل۔ یعنی مال کے عوض شکر کرنے والا دل حاصل کرو۔

شکر دل سے بھی ہوتا ہے۔ اور زبان و اعضاء سے بھی۔ دل کا شکر نیک ارادہ کرنا اور تمام مخلوقات کے ساتھ نیکی و بھلائی کرنے کا قصد کرنا ہے۔

زبان کا شکر اللہ تعالےٰ کی تعریف و توصیف بیان کرنا اور اس کی نعمتوں پر راضی ہونے کا اقرار کرنا ہے۔

اعضاء کا شکر اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو مواقع خیر و مواضع نیک میں خرچ کرنا ہے آنکھ کا شکریہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے نگاہ کو بچانا۔ اور کسی کا عیب دیکھ کر اس کو پوشیدہ رکھنا ہے۔

روایت ہے کہ خلیفہ عمرؓ بن عبدالعزیز کے پاس ان کی خلافت کی مبارکباد دینے کیواسطے ایک جماعت آئی۔ ان میں سے ایک جوان مبارکباد کہنے اور تعارف کرانے کو کھڑا ہو خلیفہ عمرؓ نے کہا کہ کسی بڑے آدمی کو بولنا چاہئے۔ اس نوجوان نے کہا اے امیرالمومنین اگر بزرگی عمر پر منحصر ہے تو آپ کی جگہ پر مسلمانوں سے کوئی بڑی عمر والا چاہئے۔ عمرؓ بن عبدالعزیز نے فرمایا۔ اے نوجوان تو سچ کہتا ہے۔ بول کیا بولتا ہے۔ اُس نے کہا کہ ہم آپ کے پاس نہ تو کسی رغبت و خواہش کے لئے آئے ہیں۔ اور نہ کسی خوف و ڈر کے مارے رغبت اس واسطے نہیں کہ تیرا فضل و احسان ہی کافی ہے۔ ہمیں مانگنے اور سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اور خوف اس لئے نہیں کہ ہمیں تیرے عدل و انصاف پر بھروسہ اور اعتبار ہے۔ خوف ظلم اور جبر سے ہُوا کرتا ہے۔ نہ کہ عدل و انصاف سے۔ ہم تو صرف شکریہ ادا کرنے کے لئے آئے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ہم پر تیرے جیسا خلیفہ مقرر کیا۔ خدا کا اور تیرا شکریہ ادا کرکے واپس ہوجائیں گے۔ جو کوئی کسی احسان کرنے والے شخص کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔ وہ صحیح معنوں میں خدا کا بھی شکرگزار نہیں ہوسکتا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا تو کیا ہے۔ اس نے کہا خیریت سے ہوں۔ پھر حضورؐ نے وہی سوال کیا تو اس نے وہی جواب دیا۔ آپؐ نے سہ بارہ وہی سوال کیا تو اس نے کہا۔ کہ خیریت سے ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں۔ اس کی تعریف کرتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں یہی تجھ سے چاہتا تھا۔

روائیت ہے کہ ایک نبیؑ ایک چھوٹے سے پتھر کے پاس سے گزرے۔ جس سے بہت سا پانی نکل رہا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت حیران ہوئے۔ تو پتھر نے کہا اے نبی اللہ جب سے میں نے یہ آئیت سنی ہے (وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ) دوزخ کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے) میں اس کے خوف سے رو رہا ہوں۔ نبیؑ نے اس کے لئے دعاء مانگی۔ کہ الٰہی اس پتھر کو دوزخ سے بچانا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی دعاء قبول کرلی۔ کچھ مدت کے بعد نبیؑ کو پھر وہاں سے گزرنے کا اتفاق ہُوا۔ تو اس پتھر کو بدستور اسی حالت میں پایا۔ پوچھا کہ اب تو کیوں روتا ہے۔ پتھر نے کہا۔ یہ رونا خوشی اور اللہ تعالےٰ کے شکر کا ہے۔ وہ رونا خوف اور ڈر کا تھا۔

انسان کا دل بھی پتھر کی مانند ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ اس کے دل کی سختی حالتِ خوف و حالت شکر رونے سے دور ہوتی ہے۔ اور یہ حالت اللہ تعالےٰ کے خاص فضل و احسان سے نصیب ہوتی ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے۔

چوں خدا خواہد کہ آں یاری کند
میل ما جانب زاری کند
ہر کجا آب رواں سبزہ بود
ہر کجا اشک رواں رحمت شود

توکل اور صبر

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور فرمایا پیش کی گئیں (یعنی دکھائی گئیں) مجھ پر اُمتیں (یعنی خواب یا حالت کشف میں) پس پیغمبروں نے اپنی امتوں کے ساتھ گزرنا شروع کیا ایک نبی گزرا کہ اس کے ساتھ ایک آدمی تھا۔ (یعنی صرف ایک تابع) اور ایک نبی گزرا جس کے ساتھ دو آدمی تھے اور ایک نبی گزرا جس کے ساتھ ایک جماعت تھی اور ایک نبی گزرا جس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ تھا۔ پھر میں نے ایک بڑی جماعت یا انبوہ کو دیکھا جو آسمان کے کناروں میں بھری ہوئی تھی۔ (اس کی زیادتی کو دیکھ کر) میں نے یہ امید باندھی کہ یہ میری اُمت ہوگی لیکن مجھ کو بتایا گیا۔ کہ یہ موسیٰؑ اور ان کی امت ہے پھر مجھ سے کہا گیا دیکھ میں نے ایک بڑے انبوہ دیکھا جس سے آسمان کے کنارے معمور تھے پھر مجھ سے کہا گیا دائیں بائیں دیکھ میں نے ایک بڑے انبوہ کو دیکھا۔ جس سے آسمان کے کنارے معمور تھے۔ پھر مجھ کو کہا گیا دائیں بائیں دیکھ میں نے ایک بڑے انبوہ کو اپنے پہلوؤں میں پایا جو آسمان کے کناروں تک پھیلے ہوئے تھے۔ پھر مجھ سے کہا گیا یہ تیری امت ہے اور ان کے علاوہ ستر ہزار اور ہیں جو بے حساب جنت میں داخل ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ تو شگون لیتے ہیں۔ اور نہ منتر پڑھواتے ہیں اور نہ اپنے جسم پر داغ دیتے ہیں اور صرف خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں (یہ سنکر) عکاشہ رضؓ بن محص (صحابی) کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ دعا فرمائیے خداوند تعالیٰ ان لوگوں میں مجھ کو شامل کردے پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا۔ عرض کیا میرے لئے بھی دعا فرما دیجئے آپ نے فرمایا۔ تجھ پر عکاشہ سبقت لے گیا۔

(بخاری مسلم)

مجلس ذکر منعقدہ ۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ مطابق ۹ر جون ۱۹۶۱ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

حضرت اقدس سفر سندھ پر تشریف لے گئے تھے لیکن اچانک ناسازی طبع کی وجہ سے دورہ منسوخ فرما کر منگل کے دن واپس تشریف لے آئے۔ کمزوری اور نقاہت زیادہ تھی جمعرات کو حلقہ ذکر میں تشریف نہ لا سکے احقر نے اُن کے تبرکات میں سے ایک پرانی تقریر پڑھ کر سنائی

حضرت اقدس کی صحت بحمداللہ بہتر ہو رہی ہے جمعہ کے دن آپ نے ہی خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ اب درس کے لئے آہستہ آہستہ تشریف لاتے ہیں احباب سے گزارش ہے کہ حضرت اقدس کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرماویں اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے سایہ عاطفت کو تا دیر سلامت رکھے۔ ہمیں اُن کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے

عبیداللہ انور

دل کے چین کا نسخہ

ہر شخص غریب ہو۔ یا امیر بادشاہ ہو یا فقیر دل کا چین چاہتا ہے۔ چین کو عربی میں اطمینان کہتے ہیں۔ زمیندار سمجھتا ہے۔ کہ زمین کے زیادہ سے زیادہ رقبہ پر قبضہ جمانے میں دل کا چین ہے۔ براز سمجھتا ہے۔ کہ اپنی دوکان میں زیادہ سے زیادہ مالیت کا کپڑا جمع کرنے میں چین ہے۔ ملازم پیشہ گریڈ بڑھانے کو چین کا ذریعہ خیال کرتا ہے۔ شادی شدہ شادی کے بعد اولاد کے ذریعے دل کا چین تلاش کرتے ہیں۔ یہ سب راستے غلط ہیں۔ ع

جتنا قدم چین حاصل کرنے کے لئے بڑھایا۔ اتنا ہی راہ راست سے دور ہوتے گئے۔ اور بے چینی بڑھتی گئی۔ مثلاً ایک زمیندار جس کے پاس زمین کے چار مربعے ہیں۔ وہ پانچواں مربع لینا چاہتا ہے۔ اس کے لئے اس کو پٹواری سے لے کر ڈپٹی کمشنر تک سب کے پاس جانا پڑے گا۔ خوشامد کے باعث اور عزت کی خاطر روپیہ ضائع کرنا پڑے گا۔ پٹواری کی خوشامد اور اس کو سلام بھی کریگا اگرچہ دل میں سمجھتا ہے۔ کہ یہ ٹکے کا نوکر ہے۔ میرے مقابلے میں اس کی کیا ہستی ہے۔ کہ فرعون بنا بیٹھا ہے۔ ایک چھوٹے سے بڑے افسر کا کہنا ہے۔ کہ ہمیں بھی پٹواری کو رشوت دینی پڑتی ہے۔ غرضیکہ اپنے مطلب کے لئے اس کو گدھے کا باپ بنانا پڑے گا۔ فرض کیجئے کہ اس کو پانچواں مربع زمین کا مل گیا۔ اس کے بعد اس کو اس مربع کے لئے پانی حاصل کرنے کے لئے پھر خوشامد کی پٹی پڑھنی پڑے گی۔ اس کے بعد مزارعین کی ضرورت ہوگی ایک مزارعہ آتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میرے پاس ایک بیل ہے۔ دوسرا لے دیجئے۔ تو میں کاشت شروع کر سکتا ہوں اس کو اس زمیندار نے دو سو روپیہ دے دیئے۔ دوسرا مزارعہ کہتا ہے۔ کہ میرے پاس دو بیل ہیں۔ دو اور لے دیجئے۔ تو دو جوڑی سے کاشت جلدی ہو جائے گی۔ دیکھا آپ نے چین حاصل کرنے کے لئے کس طرح بے چینی کے سامان اپنے ہاتھ سے پیدا کئے جا رہے ہیں۔

بزاز نے ایک دو لاکھ روپے کا کپڑا منگوایا ہے۔ اس کو ہر دم یہ خطرہ رہے گا۔ کہ کپڑے کی قیمت نہ گر جائے۔ اور ایک لاکھ کا ساٹھ ہزار نہ رہ جائے۔ صراف نے اگر ساٹھ ہزار کا سونا منگوایا ہے۔ تو اسے ہر وقت یہی ڈر رہتا ہے۔ کہ کہیں بھاؤ نہ گر جائے غرضیکہ ہر وقت بے چینی ہی بے چینی ہے۔ ایک سیٹھ کی جتنی دوکانیں ہوں گی اتنے ہی اس کے دل کے ٹکڑے ہوں گے۔ اگر اس کی کلکتہ بمبئی دہلی اور کراچی میں دکانیں ہیں۔ تو اس کو ہر وقت یہی ڈر رہے گا۔ کہ کہیں کسی دوکان کو آگ نہ لگ جائے۔ ان سب کے مقابلے میں ایک پنواڑی خوش ہے۔ وہ ایک روپے کے پان خریدتا ہے۔ اور شام کو ایک روپیہ نفع کما لیتا ہے۔ اس کی پونجی بھی بچ گئی۔ اور روٹی بھی مل گئی۔ نہ اُسے آگ کا ڈر ہے۔ اور نہ پٹواری قانونگو نائب تحصیلدار یا تحصیلدار کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔

انسان چین چاہتا ہے۔ چین صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامنگیری میں مل سکتا ہے باقی کسی کو چین نہیں۔ بادشاہ کو بھی چین نہیں ہوسکتا۔ اگر ایک انگلی گر جائے۔ تو تو افسوس ہوتا ہے۔ جس بادشاہ کا ایک جہاز بمعہ فوج دشمن نے غرق کر دیا۔ خیال کیجئے اس کو کتنی بے چینی ہوگی۔ ۱۹۱۴ء کی لڑائی میں جرمنوں نے برطانیہ کے بے شمار جہاز غرق کئے۔ جرمنوں کا آب دوز جہاز ایمڈن ہر جگہ تباہی مچاتا پھرتا تھا۔ کیا اس وقت شاہ لندن کو چین ہوسکتا تھا۔ جب کہ اس کے جہاز پر جہاز غرق ہو رہے تھے۔ حقیقت میں بادشاہ تو سب سے زیادہ متفکر ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ بادشاہی حاصل کرکے چین پائیں گے ع

ایں خیال است و محال است و جنون

قرآن میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ چین ذکر الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

(خبردار! دلوں کا اطمینان اللہ کے ذکر ہی میں ہے) اس ارشاد باری تعالیٰ کی تصدیق اس ذکر کی مجلس سے ہوتی ہے۔ ہم سب کو جتنا اطمینان یہاں نصیب ہے۔ وہ سارے ہفتہ سے زیادہ ہے۔ ملازم پیشہ کو جو یہاں اطمینان ہے۔ وہ اس کو دفتر میں حاصل ہونا ناممکن ہے۔ دکاندار کو جو یہاں چین ہے۔ وہ اس کو دکان میں بیٹھ کر نصیب ہو نہیں سکتا۔ جو چین ہم سب کو یہاں حاصل ہے۔ کہ وہ وزیراعظم کو حاصل ہے؟

نہیں ہرگز نہیں! اس کو تو ہر وقت یہ ڈر رہتا ہے۔ کہ کہیں میری پارٹی میرے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پاس نہ کر دے وزارت چھن سکتی ہے۔ مگر اللہ کا نام کون چھین سکتا ہے؟

یاد رکھئے کہ اس مجلس میں جو سرور حاصل ہے۔ وہ یہاں سے اُٹھنے کے بعد نہ رہے گا۔ طبیعت میں سرور عبادت کی قبولیت کی علامت ہے۔ فَاذْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ کسی گناہ کے باعث اپنے دروازہ سے نہ ہٹا دے۔ میں نے بعض اہل علم کو دیکھا ہے۔ کہ کہتے ہیں۔ کہ شیخ کامل کی صحبت میں بیٹھنے کے باوجود دل چاہتا ہے۔ کہ اُٹھ کر بھاگ جائیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ ان سے ناراض ہے۔ ورنہ ان کا دل اُچاٹ نہ ہوتا۔ بلکہ مسرور ہوتا۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم اسی طرح رات کے ۱۲ بجے تک ذکر الٰہی میں ذاکر و شاغل رہیں۔

اللہ کا ذکر بھی سیکھنے سے آتا ہے۔ طالب کی ریاضت ایسی ہے۔ جیسے زمین پودے کی جڑوں کو اپنی چھاتی کے اندر کھینچ کر رکھتی ہے۔ اور شیخ کی توجہ ایسی ہے جیسے مالی پودوں کو پانی دیتا ہے۔ دونوں چیزیں ہوں تو ترقی ہوتی ہے۔ اگر کسی سے اللہ کا نام سیکھا جائے۔ اور پھر اندھیری کوٹھڑی میں جہاں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے ذکر الٰہی کیا جائے۔ تو وہ لذت آتی ہے۔ جو بادشاہ کو سر پر تاج شاہی رکھوا کر اور لاکھوں فوج (جو اس کے ابرو کے اشارہ پر کٹ مرنے کو تیار ہو) رکھ کر بھی نصیب نہ ہوگی۔

نفی آسان اور اثبات مشکل ہے۔ ہر چیز کا چین اس سے جمع کرنے سے ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کے ذکر میں نفی سے لطف آتا ہے۔ اللہ کا ذکر چاہتا ہے۔ کہ کوئی نہ ہو۔ جس کمرہ میں بیوی بچے سوئے ہوئے ہوں وہاں آدھی رات کو اُٹھ کر ذکر کرنے میں وہ لطف نہیں آسکتا جو تنہا کمرہ میں کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

اگر کسی شخص کا مکان عالی شان ہے۔ اور اس میں صوفہ سٹ اور ہر قسم کا سامان آسائش وغیرہ بھی موجود ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ ان سب چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے اس شخص کو کتنی تگ و دو کرنی پڑی ہوگی۔

درد سر کے واسطے صندل لگانا چاہئے
اس کا گھسنا اور لگانا دردسر یہ بھی تو ہے

ہر ایک کا دل چاہتا ہے کہ کمرہ خوب سجا ہوا ہو۔ تاکہ چین نصیب ہو۔ اس کے لئے کم از کم دو ہزار روپیہ تو چاہئے۔ روپیہ تب آئے گا۔ جب کمائیں گے۔ اللہ تعالےٰ کے نام کی لذت اسباب دنیا سے علیحدگی میں ہے۔ اللہ کے پاک نام میں کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس کے نام کا تقاضا یہ ہے۔ کہ بے سرو سامانی میں ہی اس کو یاد کیا جائے۔ مثلاً ایک ایسا کمرہ جس میں نہ سورج چاند اور ستاروں کی روشنی حتیٰ کہ فانوس بھی روشن نہ ہو وہاں ذکر الٰہی میں چین سب سے زیادہ ہوگا۔ معلوم ہوا۔ کہ ذکر اللہ ماسوا اللہ سے انقطاع چاہتا ہے۔ اگر کسی کی بچی نے روٹی پکا دی۔ جو آدھی کچی اور آدھی پکی تھی۔ تو وہ شخص کھا تو جائے گا۔ مگر اس کو وہ مزا نہ آئے گا۔ جو ایک تجربہ کار عورت کو پکائی ہوئی روٹی میں آئے گا۔ بعض احباب کہتے ہیں۔ کہ پہلے اللہ اللہ کرتے تھے۔ مگر لطف نہ آتا تھا۔ آپ نے جس طرح بتلایا ہے۔ اس طرح کرنے سے اب لطف آنے لگا ہے۔ اللہ کے پاک نام میں ہر مرد و زن کا حصہ ہے۔ لیکن اس میں لذت بھی سیکھنے سے آتی ہے۔ اطمینان قلب کے باقی سب نسخے غلط ہیں صرف اللہ کا بتلایا ہوا نسخہ ٹھیک ہے۔ مسلمان عام طور پر فرض عین سے غافل ہیں۔ سورہ تحریم پارہ ۲۸ میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ کہ قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو دوزخ سے بچاؤ) یہ فرض کفایہ نہیں بلکہ فرض عین ہے۔ کہ مسلمان جہاں اپنی نجات کی فکر کرتا ہے۔ وہاں اپنے بیوی بچوں کی بھی فکر کرے میرے پاس بعض مستورات بھی اللہ کا نام سیکھنے کے لئے آتی ہیں۔ وہ بچوں کو ساتھ نہیں لاتیں۔ کیونکہ اس سے ان کے دلوں میں تشویش پیدا ہوتی ہے۔ اور ذکر میں خلل پڑتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ ان کو اولاد سے ذکر اللہ پیارا ہے۔ مستورات کو بھی دین سکھانے کی ضرورت ہے۔ یا تو جو کچھ میں جمعہ درس اور ذکر کے بعد عرض کرتا ہوں۔ ان کو گھر جاکر سنا دیا کریں۔ اگر آپ یہ نہیں کرسکتے۔ تو ان کو جمعہ اور درس میں بھجوائیے۔

گوش گزشتہ اثر دارد

یہ آپ کا فرض ہے۔ کہ ان کو دین سکھائیں۔ میں نہیں کہتا کہ ضرور جمعہ اور درس میں لائیے۔ میری بیوی نہیں آتی۔ لیکن میں نے اس کو سارا قرآن پڑھایا ہے۔ پہلے ایک دوست کا مکان کرایہ پر لیا۔ وہاں لے جاکر ان کو پڑھایا کرتا تھا۔ پھر جب ان کو خود ضرورت ہوئی۔ تو جیب گنج کی مسجد کے ہجرہ میں لے جاکر پڑھایا۔ کیونکہ گھر میں لوگ کام نہیں کرنے دیتے۔ بیوی اگر بیمار ہو تو اس کو حکیم یا ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں اگر آپ یہ نہ کریں۔ اور نہ وہ کریں۔ تو یہی کہا جائے گا۔ کہ آپ ظالم ہیں۔ دین کے معاملہ میں بھی اسی عقل سے کام لیں۔ اور نہیں تو ہفت روزہ "خدام الدین" ہی لے جاکر سنا دیا کریں۔ میرے رسالہ جات۔ خلاصۃ المشکوٰۃ خطبات ان سب کا مقصد ہی خدا کو راضی کرنا ہے۔ وہ لے جاکر سنا دیا کریں۔ قیامت کے دن آپ یہ نہ کہہ سکیں گے۔ کہ اے اللہ میں نے اس کو یہ نصاب تعلیم پڑھا دیا تھا۔ اب آپ ان سے پوچھ لیجئے۔ کہ انہوں نے اس پر کہاں تک عمل کیا ہے۔ میرا تجربہ ہے۔ کہ اگر عورت کو دین کی تعلیم دی جائے۔ تو وہ اللہ اللہ کرنے میں مرد سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ مجھے مساجد بنانے کا شوق ہے۔ اللہ تعالےٰ نے چار مساجد مجھ سے بنوائی ہیں۔ ان میں سے دو میں صرف عورتوں کا ہی پیسہ لگا ہے۔ مردوں کا ایک پیسہ نہیں لگا ان میں کنوئیں اور حجرے بھی ہیں۔ دو میں مردوں اور عورتوں کا برابر کا حصہ ہے۔ اس مسجد کا جس میں ہم بیٹھے ہیں۔ اوپر کا حصہ ایک عورت کے پیسہ سے بنا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھ کو اور آپ کو خدا کے بتلائے ہوئے نسخے سے اطمینان قلب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

ذکر الٰہی کی فضیلت

حضرت ابوہریرہؓ اور ابو سعیدؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ السلام نے نہیں بیٹھتی کوئی قوم ذکر الٰہی کے لئے مگر یہ کہ گھیر لیتے ہیں۔ اُس کو فرشتے اور چھا جاتی ہے اس پر رحمت اور نازل ہوتی ہے۔ اُس پر سکینت یعنی سکون و اطمینان قلب اور ذکر کرتا ہے۔ خداوند تعالےٰ ان لوگوں کا ان شخصوں میں جو اُن کے قریب ہیں۔ یعنی مقرب فرشتے

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے کے راستے پر جا رہے تھے۔ کہ ایک پہاڑی آپؐ کی راہ میں پڑی۔ جس کو جمدان کہا جاتا تھا آپؐ نے (پہاڑی کو دیکھ کر) فرمایا چلو یہ ہے جمدان سبقت لے گئے مفردون صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ مفردون کون لوگ ہیں آپؐ نے فرمایا آپ نے فرمایا کثرت سے خدا کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔

حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ذکر الٰہی کرتا ہے۔ جو شخص ذکر الٰہی نہیں کرتا وہ زندہ اور مردے کے مانند ہیں

(بخاری و مسلم)

خطبۂ یوم الجمعہ ۲۴ر ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ مطابق ۹ر جون ۱۹۶۱ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی - دروازہ شیرانوالہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد:-

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تین قسم کی خیانتوں سے منع فرمایا ہے

(۱) بندے کا جو تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اس تعلق میں جو ذمہ داریاں ہیں ان کو نہ نباہنا یہ بھی ایک طرح کی خیانت ہے

(۲) بندے کا جو تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس تعلق کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق نہ نباہنا یہ بھی ایک قسم کی خیانت ہے

(۳) بندے کا جو تعلق دوسرے انسانوں سے ہے اس کو مرضی الٰہی کے مطابق نہ نباہنا یہ بھی ایک طرح کی خیانت ہے

پہلے قسم کی خیانت کی تشریح

(هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَھُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ فَلَمَّآ اَنْجٰىھُمْ اِذَا ھُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○)

(سورۃ یونس رکوع ۳ پارہ ۱۱)

ترجمہ۔ وہ وہی ہے۔ جو تمہیں جنگل اور دریا میں سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں بیٹھتے ہو۔ اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں۔ اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں۔ تو ناگہاں تیز ہوا چلتی ہے۔ اور ہر طرف سے ان پر لہریں چھانے لگتی ہیں۔ اور وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ بے شک وہ لہروں میں گھر گئے ہیں۔ تو سب خالص اعتقاد سے اللہ (تعالیٰ) ہی کو پکارنے لگتے ہیں۔ کہ اگر تو ہمیں اس مصیبت سے بچادے۔ تو ہم ضرور شکر گزار رہیں گے پھر جب اللہ (تعالیٰ) انہیں نجات دے دیتا ہے۔ تو ملک میں ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں۔

خیانت ثابت ہوگئی

کہ جب غرق ہونے کے قریب ہوتے ہیں۔ تو ایک اللہ تعالیٰ کو اپنے بچاؤ کے لئے پکارتے ہیں۔ اور وعدہ کرتے ہیں۔ کہ اے اللہ (تعالیٰ) اگر تو نے ہمیں اس مصیبت سے بچا لیا۔ تو ہمیشہ تیرے شکرگزار رہیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ اس خطرے سے بچا لیتا ہے۔ تو پھر وہ معاہدہ جو اللہ تعالیٰ سے کیا تھا وہ بھلا دیتے ہیں

معاملہ الٰہی میں انسان کی خیانت کا دوسرا ثبوت

(فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ○ (سورۃ العنکبوت رکوع ۷ پارہ ۲۱)

ترجمہ۔ پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں۔ تو خالص اعتقاد سے اللہ (تعالیٰ) ہی کو پکارتے ہیں۔ پھر جب انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے۔ فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔

معاملہ الٰہی میں انسانی خیانت کا تیسرا ثبوت

(وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ○

(سورۃ لقمٰن رکوع ۴ پارہ ۲۱)

ترجمہ۔ اور جب انہیں سائبانوں کی طرح موج ڈھانک لیتی ہے۔ تو خالص اعتقاد سے اللہ (تعالیٰ) ہی کو پکارتے ہیں۔ پھر جب انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے۔ تو بعض ان میں سے راہ راست پر رہتے ہیں۔ اور ہماری نشانیوں سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں۔ جو بد عہد ناشکر گزار ہیں۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ جب سائبان کی طرح موج انہیں ڈھانک لیتی ہے۔ تو ایک اللہ (تعالیٰ) کو خالص کرکے پکارتے ہیں۔ اور کوئی یاد نہیں ہوتا۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خشکی پر لے آتا ہے۔ تو بعض لوگ ہماری عنایات کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اور وہ وہی ہوتے ہیں۔ جو بد عہد ناشکرے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں خیانت کا پہلا ثبوت

(اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ڼ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ○) (سورۃ یونس رکوع ۱ پارہ ۱۱)

ترجمہ۔ کیا اس بات سے لوگوں کو تعجب ہوا۔ کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیجدی کہ سب آدمیوں کو ڈرائے اور جو ایمان لائیں۔ انہیں یہ خوشخبری سنائے۔ کہ انہیں اپنے رب کے ہاں پہنچ کر پورا مرتبہ ملے گا۔ کافر کہتے

ہیں۔ کہ یہ شخص صریح جادوگر ہے۔

خیانت

کس کو کہتے ہیں۔ امانت تو یہ تھی۔ کہ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبی کہتے۔ اس کو جادوگر کہنا منصب نبوت میں خیانت نہیں ہے۔ تو اور کیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَعِذْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْخِیَانَةِ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

خیانت کا دوسرا ثبوت

(فَلَمَّا جَآءَتْھُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ٥ وَجَحَدُوْا بِھَا وَ اسْتَیْقَنَتْھَآ اَنْفُسُھُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ٥

(سورۃ النمل رکوع ۱ پارہ ۱۹)

ترجمہ۔ پھر جب ان کے پاس آنکھیں کھولنے والی ہماری نشانیاں آئیں۔ تو کہنے لگے۔ یہ تو صاف جادو ہے۔ اور انہوں نے ان کا ظلم اور تکبر سے انکار کر دیا۔ حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے۔ پھر دیکھ مفسدوں کا انجام کیسا ہوا۔

خیانت نہیں ہے تو اور کیا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ ان کے دل تو مان چکے تھے۔ مگر ظلم اور تکبر سے انکار کیا۔ دل میں یقین آنے کے بعد تکبر سے نہ ماننا یہ خیانت نہیں ہے۔ تو اور کیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا عَنْ ھٰذَا الْمَرَضِ الْخَبِیْثِ

آپس کی خیانت کا ذکر مندرجہ ذیل

آیت میں ملاحظہ ہو

(یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ) سورۃ الانفال رکوع ۳ پارہ ۹

ترجمہ۔ اے ایمان والو اللہ (تعالیٰ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت نہ کرو) اور آپس کی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں خیانت کرنے کی تفصیل پہلے عرض کی جا چکی ہے۔ اب فقط آپس میں خیانت کرنے کی توضیح باقی ہے۔

اب وہ عرض کرتا ہوں

مثلاً بجز چند نیک دل حضرات کے جو یہ خیال رکھتے ہیں۔ کہ خواہ میرا نقصان کچھ ہو جائے۔ لیکن میرے بھائی کو نقصان نہ پہنچنے پائے۔ ان حضرات کے علاوہ معاملہ برعکس ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ مجھے نفع ضرور ہو۔ خواہ دوسرے مسلمان بھائی کا نقصان ہی ہو جائے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

سوائے خوف خدا والے حضرات کے کیا باقی مسلمان یہ حرکتیں نہیں کرتے

یہ چیزیں اس لئے واضح کرتا ہوں۔ تاکہ عام مسلمان خدا تعالیٰ سے ڈریں۔ اور ان ناشائستہ حرکات سے باز آجائیں۔

مثلاً

اناج منڈی کے سوداگر

بھیگی ہوئی گیہوں کی سات بوریاں نیچے ڈال دیتے ہیں۔ اور پانچ بوریاں سوکھی گیہوں کی اوپر ڈال دیتے ہیں۔ گاہک اوپر سے نمونہ دیکھتا ہے اور پھر دوکاندار نیچے سے بھر کر دیتا ہے۔ گاہک نے دیکھی گیہوں خشک۔ اور لی بھیگی ہوئی۔ کیا یہ

خیانت نہیں ہے

دوسری مثال سنئے

تھان کے اوپر تین روپے گز والے لٹھے کی چار تہہ ڈال دیں۔ گاہک نے اوپر والا نمونہ دیکھا اور لٹھے کا تھان چار تہوں کے اندر دو روپے گز والا لٹھا رکھا ہوا ہے۔ اور سادہ لوح مسلمان اس چالاکی کو نہیں سمجھتا۔ اور وہ خوشی خوشی جو لٹھا دیکھا تھا۔ وہی سمجھ کرلے چلتا ہے۔ اور دوکاندار یہ سمجھتا ہے۔ کہ میں نے خوب نفع کما لیا حالانکہ یہ چالاکی شرعاً حرام ہے کہ دکھایا اور مال۔ اور دیا اور مال۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی چالاکیوں سے بچائے۔ تاکہ حرام نفع نہ کمائیں

تیسری مثال سنئے

کیا تم نے لاہور میں رہتے ہوئے ایسی داستان کبھی نہیں سنیں۔

کہ

سونے چاندی کے سوداگر یہ حرکتیں کرتے ہیں۔ کہ دکھایا تو خالص سونا۔ اور دیتے وقت دیا پیتل۔ اور دیہاتی لے کر چل دیتا ہے اور سونا فروش یہ خیال کرتا ہے۔ کہ میں نے دیہاتی کو چکمہ دے دیا ہے اور یہ نہیں سمجھتا۔ کہ میں نے اپنی عاقبت خراب کر لی ہے۔ اور حرام کما لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کو ایسی حرکتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

خدا سے حیا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ یَوْمٍ لِاَصْحَابِہٖ اسْتَحْیُوْا مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ قَالُوْا اِنَّا نَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰہِ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ قَالَ لَیْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنْ مَنِ اسْتَحْیٰ مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ فَلْیَحْفَظِ الرَّاْسَ وَمَا وَعٰی وَلْیَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا حَوٰی وَلْیَذْكُرِ الْمَوْتٰی وَالْبِلٰی وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِیْنَةَ الدُّنْیَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْیٰ مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہؓ سے فرمایا۔ کہ اللہ سے شرم و حیا کرنے میں شرم و حیا کا حق ادا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا۔ اے خدا کے نبی خدا کا شکر ہے۔ ہم خدا سے اسی طرح شرم و حیا کرتے ہیں۔ یعنی اس سے ڈرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ حیا کرنا یہ نہیں ہے۔ جس کو تم کہتے ہو۔ بلکہ خدا سے حیا کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ سر اور جو سر کے اندر ہے۔ اس کی حفاظت کرے۔ اور پیٹ اور جو کچھ پیٹ کے اندر ہے۔ اس کی حفاظت کرے۔ (سر کی حفاظت سے مراد غرور اور تکبر سے باز رہنا اور سر کے اندر کی چیزوں سے مراد زبان آنکھ اور کان کو بری باتوں سے بچانا ہے۔ پیٹ سے مراد حرام اور شبہ کی چیزیں نہ کھانا اور پیٹ کے اندر کی چیزوں سے مراد ستر ہاتھ۔ پاؤں اور دل کی حفاظت ہے اور چاہیے۔ کہ موت کو یاد رکھے اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کو نہ بھولے۔ اور جو شخص آخرت کی بھلائی کا خیال رکھتا ہے وہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دیتا ہے۔ پس جس نے ان باتوں پر عمل کیا۔ اس نے خدا سے حیاء کی اور حیا کا حق ادا کیا۔

(احمد و ترمذی)

جناب مولانا محمد شفیع عمرالدین (سانگھڑ)

نماز

(۵)

(۳۴) پنجوقتہ نماز پڑھا کرو

(۱) وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (ھود آیت ۱۱۴)

ترجمہ۔ اور دن کے دونوں طرف اور کچھ حصہ رات کا نماز قائم کر بے شک نیکیاں بُرائیوں کو دُور کرتی ہیں۔

یعنی دن کی نمازیں فجر ظہر اور عصر اور رات کی نمازیں مغرب اور عشا پڑھا کرو تا کہ نیکیوں کی برکت سے اللہ تعالےٰ گناہ معاف فرمائے۔

(۲) أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝

(بنی اسرائیل آیت ۷۸)

ترجمہ۔ آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز پڑھا کرو۔ اور صبح کی نماز بھی۔ بیشک صبح کی نماز میں مجمع ہوتا ہے

(مَشْهُوْدًا) حدیث میں ہے کہ فجر و عصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے۔ ان دو وقتوں میں لیل و نہار کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ تو ہماری قرأت و نماز ان کے روبرو ہوئی۔ جو مزید برکت و سکینہ کا موجب ہے اور اُس وقت اوپر جانے والے فرشتے خدا کے یہاں شہادت دیں گے۔ کہ جب گئے تب بھی ہم نے تیرے بندوں کو نماز پڑھتے دیکھا۔ اور جب آئے تب بھی۔ اس کے علاوہ وہ صبح کے وقت یوں بھی آدمی کا دل حاضر اور مجتمع ہوتا ہے۔

(حدیث) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو مرتبہ (حضرت) جبرائیل نے خانہ کعبہ کے قریب میری امامت کی یعنی مجھے دو دن نماز پڑھائی۔ پس مجھ کو (ظہر) کی نماز پڑھائی جب کہ آفتاب ڈھل گیا۔ اور سایہ اصلی مانند تسمہ کے تھا اور مجھے (عصر) کی نماز پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ (اصلی سایہ کو چھوڑ کر) اس کے برابر ہوگیا۔ اور مجھے (مغرب) کی نماز پڑھائی جس وقت کہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے اور مجھے (عشا) کی نماز پڑھائی۔ جب کہ شفق غائب ہوگئی۔ اور مجھے (فجر) کی نماز پڑھائی جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ پھر جب دوسرا دن ہوا تو مجھ کو ظہر کی نماز پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا۔ اور عصر کی نماز پڑھائی جب کہ سایہ دگنا ہوگیا اور مغرب کی نماز پڑھائی جس وقت روزہ دار افطار کرتا ہے۔ اور فجر کی نماز پڑھائی پس صبح کو خوب روشن کیا۔ پھر (حضرت) جبرائیل (علیہ السلام) میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وقت تو ہے تجھ سے پہلے انبیاء (علیہم السلام) کا اور تیری نماز کا وقت ان دونوں کے درمیان ہے۔ (مشکوٰۃ)

(۳۵) تہجد کی نماز کی فضیلت

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل آیت ۷۹)

ترجمہ۔ اور کسی وقت رات میں تہجد پڑھا کرو۔ جو تیرے لئے زائد چیز ہے۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود میں پہنچا دے

فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو کر اٹھتے تب تہجد کی نماز ادا فرماتے۔ بعض کے نزدیک تہجد کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی۔ (امت پر فرض نہیں) (ابن کثیرؒ)

مسئلہ:۔ آدھی رات کو اُٹھ کر نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔ اس کو تہجد کہتے ہیں۔ یہ نماز اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہت مقبول ہے اور سب سے زیادہ اس کا ثواب ملتا ہے۔

تہجد کی کم از کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ نہ ہی ہو تو دو ہی رکعتیں سہی۔

اگر پچھلی رات کو ہمت نہ ہو۔ تو عشاء کے بعد پڑھ لے۔ مگر ویسا ثواب نہ ہوگا۔ (بہشتی زیور)

اس کی دو دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ اگر کسی کی رات کو آنکھ نہ کھلے۔ تو سورج نکلنے کے بعد ظہر سے پہلے کسی وقت قضا پڑھ لے۔

حدیث میں آیا ہے۔ جو شخص اپنا وظیفہ پورا کئے بغیر سو رہا۔ یا کچھ وظیفہ پڑھنے سے رہ گیا۔ اور اس کو نیند آگئی۔ اور پھر اس کو نماز فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لیا تو وہ اسی حساب میں شمار کیا جاتا ہے۔ گویا اس نے رات ہی میں پڑھا ہے (مشکوٰۃ)

آج کل تہجد کے لئے اُٹھنا کچھ مشکل امر نہیں ٹائم پیس سے مقررہ وقت پر اُٹھنے کا کام لیا جا سکتا ہے

تہجد کا وقت دعا کی مقبولیت کا وقت ہے

حدیث۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قبولیت دُعا کا کون سا وقت ہے؟ آپؐ نے فرمایا پچھلی رات کے درمیان اور فرض نمازوں کے بعد (مشکوٰۃ)

حدیث۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں......کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر رات جب کہ رات کا اخیر تہائی حصّہ باقی رہ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نزول (ارحمت) آسمان دنیا کی طرف فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے۔ کوئی ہے جو مجھ سے دُعا کرے اور میں اُس کی دُعا قبول کروں کوئی ہے جو مجھ سے کچھ مانگے۔ اور میں اُس کو عطا کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی مانگے اور میں اس کو معاف کر دوں۔

(بخاری کتاب التہجد)

جو شخص رات کو تہجد کی نماز پڑھنے کا عادی ہو اسے چاہئے کہ اسے پڑھنا ترک نہ کرے

حدیث۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عبداللہ! تم فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ رات کو اٹھا کرتا تھا لیکن پھر اُس نے رات کو (تہجد کی نماز کے لئے) اٹھنا چھوڑ دیا۔ (بخاری۔ کتاب التہجد)

تہجد کے وقت کی دُعا

حدیث۔ حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ جو شخص نیند سے اُٹھ کر یہ دعا پڑھیگا اور اس کے پڑھنے کے بعد مغفرت، طلب کریگا یا کوئی اور دعا کرے گا۔ تو اس کی دعا قبول ہوگی۔ اور اگر وضو کرکے تہجد پڑھے گا۔ تو نماز بھی قبول ہوگی۔

(۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
وَسُبْحَانَ اللّٰهِ
وَاللّٰهُ اَكْبَرُ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۝

ترجمہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں
اس کا سب ملک ہے اور ہر طرح کی تعریف
اسی کو سزاوار ہے۔
اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔
سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔
اللہ کی ذات پاک ہے
اللہ سب سے بڑا ہے
(گناہ سے بچنے کی) طاقت اور (عبادت کی) قوت صرف اللہ کی مدد سے ہے۔
(بخاری۔کتاب التہجد)

(۲) پھر کہے
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ۔ یا اللہ مجھے بخش دے
(حصن حصین)

---

(۳۶) نماز جمعہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ۔ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو ذکر الہیٰ کی طرف لپکو۔ اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہے۔ اگر تم علم رکھتے ہو۔

جمعہ کے دن کی فضیلت

حدیث۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا
(ریاض الصالحین بحوالہ مسلم)

ترجمہ۔ بہتر دن ان میں جن پر سورج نکلتا ہے۔ جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی دن آپؑ جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن آپ جنت سے نکالے گئے۔

حدیث:۔ عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاَكْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَیَّ
(ایضاً بحوالہ ابوداؤد)

ترجمہ۔ سب دنوں میں افضل جمعہ کا دن ہے۔ پس تم اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

نیز حدیث میں وارد ہے کہ قیامت بھی جمعہ ہی کے روز قائم ہوگی (مشکوٰۃ)

حدیث۔ جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے۔ جس میں اگر مسلمان بندہ بھلائی کی دعا مانگے تو خدا اس کو وہ بھلائی عطا کر دیتا ہے (مشکوٰۃ)

مقبولیت کی یہ ساعت ایک روایت کے مطابق امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر ختم نماز ہونے کے درمیانی وقت میں ہے (مشکوٰۃ) بمطابق دیگر روایات اس ساعت کو جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک تلاش کرو۔ (مشکوٰۃ)

تیاری جمعہ

(۱) جمعہ کے دن غسل کرو۔
(۲) مسواک کو ضروری سمجھو
(۳) خوشبو پاس ہو تو اس کو لگاؤ۔
(۴) جو عمدہ لباس موجود ہو وہ استعمال کرو
(۵) بالوں میں تیل لگاؤ۔
(۶) ناخن وغیرہ کتر لو
(۷) حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ہم جمعہ کی نماز سے پہلے نہ قیلولہ کرتے تھے اور نہ کھانا کھاتے تھے۔
(۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نماز جمعہ پڑھنے کے بعد قیلولہ کرتے تھے۔ (بخاری)

نماز جمعہ کی تاکید

حدیث۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے بلا وجہ نماز جمعہ کو ترک کیا وہ اس کتاب میں منافق لکھا جاتا ہے، جس کی تحریر نہ مٹائی جاسکتی ہے۔ اور نہ تبدیل ہو سکتی ہے۔ اور بعض روایات میں یہ الفاظ تین دفعہ درج ہیں۔ (مشکوٰۃ)

حدیث:۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اس پر جمعہ کے روز نماز جمعہ واجب ہے۔ مگر مریض، مسافر، عورت، بچہ اور غلام اس سے مستثنیٰ ہیں ان پر نماز جمعہ فرض نہیں۔ پس جو شخص کہ نماز جمعہ سے بے پروائی اختیار کرے۔ یا لہو ولعب میں مشغول رہے، یا تجارت میں محو رہے۔ اللہ اس سے بے پرواہ ہے۔ اور اللہ بے پرواہ تعریف کیا گیا ہے (مشکوٰۃ)

حدیث۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لکڑی کے منبر پر یہ فرماتے سُنا ہے۔ کہ لوگ جمعہ کی نماز چھوڑنے سے باز رہیں۔ (یعنی جمعہ کے دن کی نماز نہ چھوڑیں) ورنہ خدا تعالےٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا۔ اور وہ غافلوں میں شمار ہونے لگیں گے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث۔ جو شخص تین جمعوں کی نماز سُستی سے ترک کردے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا (مشکوٰۃ)

حدیث۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں جو نماز جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ (یعنی نماز نہیں پڑھتے) یہ فرمایا ہے۔ کہ میں نے یہ ارادہ کیا۔ کہ میں ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں۔ جو نماز جمعہ کے لئے نہیں آتے ہیں (مشکوٰۃ)

جمعہ کی نماز کے لئے جلدی جانا

جمعہ مسلمانوں کے لئے عید کا دن ہے اس لئے کاروبار اور خرید و فروخت بند کرکے بڑے اہتمام کے ساتھ جس قدر ممکن ہو۔ مسجد میں جلدی حاضر ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حجاج کرام اس بات پر گواہ ہیں۔ کہ مکہ مکرمہ میں جمعہ کا بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ اکثریت لوگوں کی چار پانچ گھنٹے نماز کی اذان سے قبل مسجد الحرام میں حاضر ہوکر ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتی ہے۔

لہذا ہمیں کم از کم اتنا تو کرنا چاہیے کہ اذان کے وقت ہی مسجد میں پہنچ جائیں

اور کاروبار ملتوی کردیں۔

حضرت عبایہ بن رفاعہ کہتے ہیں (ایک بار) .... میں جمعہ کی نماز کو جا رہا تھا۔ راستہ میں مجھے ابوعیسؓ ملے۔ اور فرمانے لگے کہ جس کے پاؤں راہ خدا میں گرد آلود ہو جائیں اس پر اللہ تعالےٰ دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔

حدیث۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور مسجد میں آنے والوں کی حاضری لکھتے ہیں۔ یعنی جو لوگ پہلے آتے ہیں ۔ ان کو پہلے اور جو بعد میں آتے ہیں۔ ان کو بعد میں اور جو شخص جمعہ کی نماز کے لئے پہلے گیا۔ اس کی مثال اس شخص کی ہے ۔ جو مکہ میں قربانی کے لئے اونٹ بھیجے ۔ اور جو شخص نماز جمعہ کے لئے دوسرے نمبر پر آیا۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مکہ میں قربانی کیلئے گائے بھیجے ۔ پھر جو شخص اس کے بعد آئے ۔ وہ اس کی مانند ہے ۔ جو مُرغی بھیجے ۔ اور جو اس کے بعد آئے۔ وہ اس کی مانند ہے۔ جو انڈا بھیجے ۔ پھر جب امام خطبے کے لئے اٹھتا ہے ۔ تو فرشتے اپنے کاغذات کو لپیٹ لیتے ہیں ۔ اور خطبہ سنتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

متفرقہ آداب

(۱) لوگوں کی گردنیں پھاند کر اگلی صف میں نہیں جانا چاہیئے

حدیث۔ جو شخص جمعہ کے دن آدمیوں کی گردنوں کو پھاندے گا ۔ وہ شخص جہنم کی طرف پل بنایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

مگر امام یا خطیب پہلی صف میں جا سکتا ہے ۔ اسی طرح اگر پہلی صفوں میں جگہ ہو تو جاسکتا ہے۔

(۲) دونوں گھٹنوں کو پیٹ کے ساتھ ملاکر نہ بیٹھیں

حدیث۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گھٹنوں کو پیٹ کے ساتھ ملا کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے ۔ اس وقت جب کہ جمعہ کے دن امام خطبہ پڑھتا ہو۔ (مشکوٰۃ)

(ف) کیونکہ اس طرح بیٹھنا نیند لاتا ہے ۔ نیند آگئی تو خطبہ سننے سے محروم رہے گا ۔ اور وضو ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔

(۳) اونگھ آجائے تو نشست تبدیل کرلو

حدیث۔ جس شخص کو مسجد میں جمعہ کے دن اُونگھ آجائے تو اسے چاہئے ۔ کہ وہ اپنی جگہ بدل دے۔

(۴) خطبہ خاموشی سے سنو

حدیث۔ جو شخص خطبہ کے وقت بات کرے ۔ وہ اس گدھے کی مانند ہے ۔ جس پر کتابیں لدی ہوں ۔ جو اس شخص سے کہے "خاموش رہ" اس کا بھی جمعہ نہیں ہوتا ۔

(مشکوٰۃ)

(ف) نہ خود بولنا چاہئے ۔ اور نہ ہی کسی بولنے والے کو کہنا چاہئے ۔ کہ "چُپ رہ" کیونکہ ایسا کہنا بھی تو بولنا ہوا۔ خطبہ کان لگا کر سننا چاہیے۔

"مسئلہ۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسم مبارک اگر خطبے میں آئے ۔ تو مقتدیوں کو اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینا جائز ہے ۔

(بہشتی زیور حصہ یازدہم)

تارکِ جمعہ اور تارکِ جماعت کی سزا

ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک مہینے تک ہر روز پوچھتا رہا ۔ کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جو دن کو روزہ رکھتا ہے ۔ اور رات کو عبادت کرتا ہے ۔ لیکن جمعہ اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتا ۔ حضرت ابن عباسؓ یہی فرماتے تھے ۔ کہ وہ جہنم میں جائے گا۔

(موطا امام مالکؒ بحوالہ زرقانی۔ ص۔۱۱۶)

جمعہ کی نماز کے بعد دنیاوی کاروبار کی اجازت

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ (الجمعۃ آیت ۱۰)

ترجمہ۔ پس جب نماز ادا ہوچکے ۔ تو زمین میں چلو پھرو۔ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

"یہود کے ہاں عبادت کا دن ہفتہ تھا۔ سارے دن سودا منع تھا ۔ اس واسطے فرما دیا۔ کہ تم نماز کے بعد روزی کی تلاش میں اللہ کو نہ بھولو"

(موضح القرآن)

"یعنی جب نماز ختم ہو جائے تو پھر جاؤ ۔ اور کاروبار کرو ۔ اور جو سبق ذکر الٰہی کا سُن کر آئے ہو اسے نہ بھولو"

(حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مدظلہ)

۳۷۔ اذان اور نماز کے ساتھ استہزاء

وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ٥

(المائدہ آیت ۵۸)

ترجمہ ۔ اور جب تم نماز کے لئے پکارتے ہو۔ تو وہ لوگ اس کے ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے ہیں۔ یہ اس واسطے کہ وہ لوگ بے عقل ہیں

اس سے اوپر والی آیت میں جن کو پہلے کتاب مل چکی ہے (یعنی یہود اور نصاریٰ) اور کفار (یعنی مشرکین) کو دوست بنانے سے روکا گیا تھا۔ اب اس آیت میں ان کی ایک لغو حرکت کا ذکر ہے۔

"جب تم نماز کے لئے (اذان کے ذریعہ سے) اعلان کرتے ہو تو وہ لوگ (تمہاری) اس (عبادت) کے ساتھ (جس میں اذان اور نماز دونوں آگئیں) ہنسی اور کھیل کرتے ہیں ۔ (اور) یہ (حرکت) اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ بالکل عقل نہیں رکھتے (ورنہ امرحق کو سمجھتے اور اس کے ساتھ ہنسی نہ کرتے)

(ف) یہ اشارہ ہے۔ دو قصوں کی طرف ایک یہ کہ جب اذان ہوتی اور مسلمان نماز شروع کرتے تو یہود کہتے کہ یہ کھڑے ہوئے ہیں خدا کرے کبھی کھڑا ہونا نصیب نہ ہو ۔ اور جب ان کو رکوع وسجدہ کرتے دیکھتے تو ہنستے اور تمسخر کرتے ۔ دوسرا قصہ یہ ہے۔ کہ مدینہ میں ایک نصرانی تھا۔ جب اذان سنتا اشہد ان محمداً رسول اللہ تو کہتا قَدْ حُرِّقَ الْكَاذِبُ یعنی جھوٹا جل جاوے ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اور اس کے اہل وعیال سب سو رہے تھے ۔ کہ کوئی خادم گھر میں آگ لے کر گیا ۔ ایک چنگاری گر پڑی وہ اور اس کا گھر اور گھر والے سب جل گئے یہ تو "الذین اوتوا الکتب" کے مصداق تھے اور "الکفار" کے مصداق ایک اور قصہ ہوا تھا۔ کہ رفاعہ بن زید بن تابوت اور سوید بن حارث نے منافقانہ اظہار اسلام کیا تھا۔ بعضے مسلمان ان سے اختلاط رکھتے تھے ۔ ان سب واقعات پر یہ آیتیں نازل ہوئیں ۔ (بیان القرآن)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دینی شعار کی بے ادبی کرنے سے بچائے ۔ اور ان شعار کی محبت ان کے قلوب میں جاگزیں کر دے آمین۔

۳۸۔ سابقہ امم کی نماز

(۱) حضرت ذکریا علیہ السلام کی نماز

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ (آل عمران آیت ۳۹)

ترجمہ۔ پھر فرشتوں نے ان کو آواز دی

جب حجرے کے اندر نماز میں کھڑے تھے

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول۔

وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ؕ (مریم ایت ۳۱)

ترجمہ۔ اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی ہے۔ جب تک میں زندہ رہوں۔

(۳) حضرت اسماعیل علیہ السلام نماز کا حکم کیا کرتے تھے۔

(وَ) کَانَ یَاْمُرُ اَھْلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ وَکَانَ عِنْدَ رَبِّہٖ مَرْضِیًّا ۝ (مریم آیت ۵۵)

ترجمہ۔ اور حضرت (اسماعیلؑ) اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ اور اپنے ربّ کے ہاں پسندیدہ تھے۔

(۴) حضرت ابراہیم، حضرت لوط حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کو نماز کا حکم

وَجَعَلْنٰھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْھِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ ۚ وَکَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ۝ (الانبیاء آیت ۷۳)

ترجمہ۔ اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔ اور ہم نے انہیں اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تھا اور وہ ہماری ہی بندگی کیا کرتے تھے

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز کا حکم

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْہِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَۃً وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ؕ

(یونس ۸۷)

ترجمہ۔ اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو حکم بھیجا۔ کہ اپنی قوم کے واسطے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو مسجدیں سمجھو۔ اور نماز قائم کرو۔ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو۔

(۵) حضرت شعیب علیہ السلام کی نماز کا ذکر آپ کی قوم کہتی ہے۔

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ۔

(ھود ایت ۸۷)

ترجمہ۔ اے شعیب کیا تیری نماز تجھے یہی حکم دیتی ہے۔ کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں۔ جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے

حاصل کلام۔ غیر اللہ کی پوجا کی ممانعت ابتدا سے چلی آرہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم ہمیشہ سے ملتا رہا ہے۔

(۳۹) تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ۝ (النور آیت ۴۱)

ترجمہ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا۔ کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اور پرند جو پَر پھیلائے اڑتے ہیں۔ سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح سمجھ رکھی ہے اور اللہ جانتا ہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

(۱) شاید اُڑتے جانوروں کا علیحدہ ذکر اس لئے کیا کہ وہ اُس وقت آسمان اور زمین کے بیچ میں معلق ہوتے ہیں۔ اور ان کا اس طرح ہوا میں اڑتے رہنا قدرت کی بڑی نشانی ہے۔

(۲) حق تعالےٰ نے ہر چیز کو اُس کے حال کے مناسب جو طریقہ انابت و بندگی اور تسبیح خوانی الہام فرمایا اُس کو سمجھ کر وہ اپنا وظیفہ ادا کرتی رہتی ہے۔

لیکن

افسوس و تعجب کا مقام ہے کہ بہت سے انسان کہلانے والے غرور و غفلت میں پھنس کر مالکِ حقیقی کی یاد اور ادائے وظیفہ عبودیّت سے بے بہرہ ہیں۔

تنبیہ۔ مخلوقات کی تسبیح کے متعلق پندرھویں پارہ میں رُبع کے قریب کچھ مضمون گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

ایک حدیث

میں ہے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو تسبیح کی وصیت کی اور فرمایا "وَاِنَّھَا لَصَلٰوۃُ الْخَلْقِ" (یہی باقی مخلوق کی نماز ہے)

(۳) یعنی اُن کی بندگی اور تسبیح خواہ تم سمجھو یا نہ سمجھو، لیکن اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے کہ کون کیا کرتا ہے"

(حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی)

(۴۰) دعا

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝ (ابراھیم آیت ۴۰-۴۱)

ترجمہ۔ اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دے۔ اے ہمارے رب اور میری دعا کو قبول فرما۔ اے میرے رب مجھے اور میرے ماں باپ کو اور ایمان داروں کو حساب قائم ہونے کے دن بخش دے

دعاء ازالہ غم و فکر

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو فکر بہت لاحق ہو اس کو چاہیے۔ کہ یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ وَفِیْ قَبْضَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُکَ اَسْأَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْ عَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِہٖ فِیْ مَکْنُوْنِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَجِلَاءَ ھَمِّیْ وَغَمِّیْ۔

الٰہی میں تیرا بندہ ہوں۔ اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں۔ اور تیری لونڈی کا بیٹا ہوں اور تیرے قبضہ میں ہیں میری پیشانی کے بال۔..........
.... تیرا حکم میرے حق میں جاری ہے تیرا فیصلہ میرے حق میں سراسر انصاف ہے۔ میں مانگتا ہوں۔ تجھ سے تیرے ہر اُس نام کے وسیلہ سے جس نام سے تونے اپنا نام رکھا ہے یا اُس نام کو جو تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے۔ یا اُس نام کو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو سکھایا ہو یا پوشیدہ کر رکھا ہو۔ اُس کو پردۂ غیب میں اپنے پاس یہ کہ کرے۔ تو قرآن کو میرے دل کی بہار۔ اور میرے فکر اور غم کو دور کرنے والا۔ ان کلمات کو کوئی بندہ نہیں پڑھتا کبھی مگر اللہ تعالےٰ اُس کے غم کو دور فرماتے ہیں۔ اور اُس کے غم کی جگہ خوشی بدل دیتے ہیں۔

اِسلامی اخلاق کے جواہر پارے

جناب محمد عظمت اللہ علوی بہاولپور

اخلاق خُلق کی جمع ہے اور خلق نفس کی ایک ایسی کیفیت راسخہ کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے بغیر کسی روک ٹوک بسہولت اعمال صادر ہوتے چلے جائیں۔ اگر اعمال حسنہ کا صدور ہو رہا ہو تو خلق حسنہ کہلائے گا۔ ورنہ بدخلقی یا بد اخلاقی ہے۔

خُلق کی غرض

یہ ظاہر ہے کہ بدخلقی خالق و مخلوق میں ایک ایسی حدِّ فاصل ہے کہ جس کا حق تعالیٰ سے کبھی التیام ممکن ہی نہیں بدخلق آدمی ہر قوم و مذہب میں مغضوب و مقہور و ملعون سمجھا جاتا ہے۔ اور خوش خلق آدمی کونین میں بامراد و شاد کام رہتا ہے۔ یہی خلق کی غرض و غایت ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے دارین کی نعمائے جلیلہ سے محروم نہ رہے۔

خُلق حسنہ کے عملی مظاہرے

(۱) صدق، عملی فضائل میں اس فضیلت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور کائنات میں فلاح اصلاح و بہبود اور تمام امور خیر کا انحصار اسی فضیلت پر موقوف ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ۔ بعض وہ انسان ہیں جنہوں نے اس عہد کو جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا سچ کر دکھایا۔

حضور صلعم کا ارشاد۔ اِنَّ الصِّدْقَ یَهْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَ اِنَّ الْبِرَّ یَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ۔

بلاشبہ سچائی بھلائی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور بھلائی جنت کی راہ دکھاتی ہے

صدق کی عظمت کے لئے یہ بہت کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی مدح ثنا میں سب سے پہلے اس فضیلت کا ذکر فرمایا ہے وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِسْمٰعِیْلَ اِنَّهٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَکَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا۔ (مریم)

(قرآن مجید میں) حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قصہ یاد کرو جو وعدہ کے نہایت پکے تھے اور خدا کے پیغمبر اور نبی تھے

وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِدْرِیْسَ اِنَّهٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔ (مریم)

اور قرآن مجید میں ادریس علیہ السلام کا تذکرہ پڑھو، بلاشبہ وہ بہت ہی سچے نبی تھے

مراتب صِدق

اہل حق و تحقیق کے نزدیک صدق کے چھ مرتبے ہیں

(۱) صدق قول۔ یعنی انسان کی زبان ہر حال میں امر حق کے اظہار کی عادی ہو خواہ کتنی ہی دشواریاں پیش آئیں۔

(۲) صدق نیت۔ اس سے یہ مراد ہے کہ انسان کی تمام حرکات و سکنات مرضیات الٰہی کے علاوہ دوسری چیز پیش نظر نہ ہو۔ اور جو بات بھی ہو مصالح دین اور اصلاح بین الناس پر موقوف ہو۔

(۳) صدق عزم۔ انسان کے عزم و ارادے میں اتنی قوت کہ جو کچھ وہ کرے یا کہے تو اس پر عمل کرنے میں تردد و اضطراب کو قطعی دخل نہ ہو۔ اور اگر حالت غربت و افلاس میں مزید دکھ و تکالیف کا سامنا کرنا پڑے تو ایمان و ایقان میں بال برابر بھی ضعف و تردد وارد نہ ہو۔ اور اگر وہ لکھ پتی ہو اور صاحب کمال بھی تو اس کے قول و فعل، عزم و ارادے میں سرِ مو بھی فرق نہ آئے، بلکہ اگر اس کو اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں اپنا سب کچھ قربان کرنا پڑے تو وہ مزید خوشی مسرت اپنے سینہ میں پائے اور یہ محسوس کرے کہ میں اسی لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اور میرا مقصد زندگی یہی تھا۔

(۴) صدق وفا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان جو کچھ اپنی زبان سے کہتا ہے حتمی طور پر اس کو پورا کر دکھائے۔ اگر اسباب مہیا ہونے میں تاخیر ہو تو اسباب کے وجود پہ ہر ممکن کوشش سے پورا کرے

(۵) صدق اعمال اس سے یہ مراد ہے کہ انسان کے ظاہری اعمال اس کے باطن کے آئینہ دار ہوں خواہ وہ اعمال دینی ہوں یا دنیوی

(۶) صدق مقامات دین۔ یہ وہ مرتبہ ہے کہ جس میں انسان کا تعلق اپنے خالق سے ہر وقت مربوط رہے اور رشتہ خوف و رجاء زہد و تقویٰ رضا و توکل جیسے فضائل محمودہ میں ہمیشہ حق و صداقت کی روشنی نمایاں اور ممیز ہو۔ نمود و ریا اور بناوٹ و تصنع کا بالکل گذر نہ ہو۔

صدق کی ان انواع و اقسام میں سے صدق قول ایک ایسی چیز ہے کہ جو تمام اقسام کے لئے کسوٹی کا حکم رکھتی ہے۔

تجارتی کاروبار و دیگر معاملات، تعلیم و تدریس، ادائے حقوق خدمات و عبادات اطاعت و مرضیات وغیرہ۔ غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں یہی نوع دوسروں سے ممتاز و نمونہ بننے کا واحد ذریعہ ہے۔

صبر

یہ وصف کلید فلاح و نجات ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (ترجمہ)

ایمان والو! صبر اختیار کرو اور دشمنوں کے مقابلہ میں استقامت دکھاؤ اور دشمنوں کے مقابلے کے لئے تیار رہو اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت شریفہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ استقامت فی الامور اور مقاصد خیر کے حاصل کرنے کے لئے اور شر کے مٹانے کے لئے مصائب برداشت کرنے کو کہتے ہیں۔ اور یہ صفت تب ہی پیدا ہوتی ہے جب کہ اپنے خالق و مالک کی گرفت کا خوف، اور اس کی رحمت لازوال پر پورا پورا یقین ہو۔

فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ صبر و شکر دو اونٹ ہوتے تو مجھے سواری کے لئے ان میں سے کسی ایک کو ترجیح کی ضرورت نہ پڑتی۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ صبر ایک ایسی سواری ہے کہ جس سے گرنے کا کبھی اندیشہ نہیں ہوتا۔

صبر کے کئی نام ہیں

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جن امور کے متعلق صبر اختیار کرنا ضروری ہے ان کے اعتبار سے صبر کے کئی نام ہیں۔

(۱) عفت، نفسانی خواہشات کے مقابلے میں قوت، تقا کا نام عفت ہے (۲) مصائب کے مقابلہ میں قوت برداشت کا نام صبر ہے (۳) ضبط نفس نزول خوش عیشی پر تحمل و بردباری کا نام ضبط نفس ہے (۴) شجاعت، میدان کارزار میں حریف کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنے کو شجاعت کہتے ہیں۔ (۵) حلم، غصہ پر قابو پا کر تشویات اور جلد بازی سے بچنے کو حلم کہتے ہیں (۶) وسعت حوصلہ پریشانیوں کو مصائب کو جھیلنے والی قوت کا نام وسعت حوصلہ ہے (۷) کتمان سر یعنی قوت رازداری کا نام کتمان

صبر ہے (۸) زہد فضول عیش پسندی سے اجتناب کرنے کو زہد کہتے ہیں (۹) قناعت کم سے کم پر اکتفا و رضا کا نام قناعت ہے

صبر کے ان اقسام کے اضداد

عفت کی ضد حیوانیت ہے صبر کی ضد جزع فزع ہے ضبط نفس کی ضد شیخی ہے شجاعت کی ضد نامردی و بزدلی ہے کتمان سر کی ضد افشائے راز ہے۔ زہد کی ضد حرص ہے اور قناعت کی ضد طمع ہے۔

درجات صابرین

صبر کے اعتبار سے صابرین کے تین درجے ہو سکتے ہیں

(۱) ہوا و ہوس کے اسباب و دواعی اس قدر مغلوب ہو کر رہ جائیں کہ ان میں قوت تقابل ناپید ہو جائے۔ عام طور پر یہ حالت مداومت صبر کی بدولت بہت ہی جلدی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو صابر کے صبر کا ایک اعلیٰ ثمر ہے۔

(۲) بواعث دینی و اخلاق حمیدہ مغلوب ہو کر رہ جائیں اور اسباب ہوا و ہوس غالب ہو جائیں یہ بدترین حالت ہے۔

(۳) ہدایت و ضلالت۔ ہوا و ہوس کے درمیان اس طرح جنگ و جدال برپا رہے کہ کبھی یہ غالب اور وہ مغلوب، اور کبھی وہ غالب اور یہ مغلوب، یہ حالت معلق کہلاتی ہے صابر کو اس حالت سے گزر کر پہلے حالت پر پہنچنا از حد ضروری اور باعث فلاح و سرفرازی ہے دوسری حالت صابر کے لئے بہت ہی خطرناک ہے جس نجات کا راستہ اتباع سنت نبوی اور شیخ کامل سے جو پابند سنت نبوی ہو ہاتھ آ سکتا ہے۔

احکام صبر

اہل تحقیق و ایمان کے نزدیک احکام صبر فرض۔ نفل مکروہ اور حرام پر مشتمل ہیں

(۱) ممنوعات شرعیہ و اخلاقی پر صبر کرنا فرض ہے (۲) مکروہات پر صبر کرنا نفل ہے (۳) دینی محارم کی ہتک اور اپنے اہل و عیال کی ہتک پر صبر کرنا حرام ہے (۴) ایسے امور جن کو شریعت و اخلاق کی نگاہ میں مکروہات میں شامل کیا گیا ہو صبر کرنا مکروہ ہے

حصول صبر کا طریقہ

اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ۔ صبر

آدھا ایمان ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ صبر جیسے جوہر کو حاصل کرنے اور اس کو قابو میں لانے کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ حتی المقدور خواہشات نفسانی کو مغلوب اور بواعث صبر کو غالب تر بنائے اور پھر ان پر مداومت کرے جو اسباب صبر شکن ور ذات کو ابھارنے کا ذریعہ بنیں۔ ہمیشہ ان کو دبانے کی کوشش کی جائے یہاں تک کہ ان کا قلع قمع ہو کر اسباب صبر ان کی جگہ پکڑ لیں۔

پھر صابر تا زیست اپنے نفس کو حدود مباحات سے بھی دور رکھنے کی مکمل سعی کرتا رہے۔ علاوہ ازیں نفسانیت کے انجام اور صبر کے ثمرات کو ہمیشہ مدنظر رکھے۔ اور حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کو یاد رکھے کہ اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ صبر آدھا ایمان ہے۔

حیاء

حق تعالیٰ نے انسان میں ایک ایسی قوت و ملکہ ودیعت فرمایا ہے کہ جس کے ذریعہ انسان خیر و شر میں امتیاز کر کے شر سے بچنے کی صلاحیت حاصل کرتا ہے اسی قوت کا نام حیاء ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔ اَلْحَیَاءُ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ۔ حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔ حیا خیر کے سوا اور کوئی پھل نہیں دیتے (بخاری شریف)

حاصل

یہ ہے کہ نیم کی بہترین علامت شرم و حیا اور شر کی علامت بے حیائی ہے۔ (القول کسے)

یَا ابْنَ اٰدَمَ اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ (ترجمہ) اے اولاد آدم جب تجھ میں حیا نہ رہے تو جو تیرا جی چاہے کر

عملی اعتبار سے حیا تین قسموں پر تقسیم ہو سکتا ہے

(۱) اللہ تعالیٰ سے حیا (۲) بندوں سے حیاء (۳) اپنے نفس سے حیاء اللہ جل شانہ سے حیا کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اوامر پر امتثال اور اس کے نواہی سے حتی المقدور اجتناب ہو۔

جیسا کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

قَالَ اِسْتَحْیُوْا مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی حَقَّ الْحَیَاءِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ نَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ؟ قَالَ مَنْ حَفِظَ الرَّاْسَ وَمَا حَوٰی وَالْبَطْنَ وَمَا وَعٰی وَتَرَکَ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَذَکَرَ الْمَوْتَ وَالْبِلٰی فَقَدِ اسْتَحْیَا مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ۔

حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرو اس درجہ کہ جو حیا کرنے کا حق ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ حیا کا صحیح حق ہم کس طرح ادا کریں۔ آپ نے فرمایا سر اور جو اس میں محفوظ ہے پیٹ اور جو اس میں محفوظ ہے ان کی حفاظت کے ذریعہ اور حیات دنیوی کی زینت کو ترک اور موت اور بدن کے گل سڑ جانے کی یاد کے ذریعہ سے حیا کا صحیح حق جناب باری میں ادا ہو جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ

قوائے ظاہری و باطنی کی صحیح حفاظت اور موقع استعمال خواہشات۔ ناؤ نوشش شہوت نفسانی کی نگرانی اور اس پر محل استعمال ایک ایسا ذریعہ ہے جو حیاء کا حق ادا کر دیتا ہے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رذائل سے فطری طور پر نفرت اور حق کی طرف رغبت ہو جاتی ہے۔

عام طور پر خاموش رہنے کو بھی حیاء کہا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ قطعی غلط ہے بلکہ حیاء کا صحیح ہے۔ مقصد و مفہوم یہی ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے

(۲) لوگوں سے حیاء، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی خواہشات کو حاصل کرنے کے لئے کوئی ایسا فعل نہ کرے جس سے عوام و خواص میں بدنام و بے اعتبار ہو جائے اور اس کی وجہ سے اہل حق پر بھی طعن اور نکتہ چینی ہو۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ ایسے موقع پر شیطان خوب کام لیتا ہے۔

(۳) اپنے نفس سے حیاء کا یہ مقصد ہے کہ تابع نفس ہو کر کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو اس کی مغلوبی اور نفس کے غالب ہونے کا سبب بنے یہ تینوں اقسام حیاء احادیث نبوی علیہ السلام میں جامع طور پر موجود ہیں۔

تواضع

انسان اگر خدا کی معرفت در نا اور خلق پر رحم و کرم کی خاطر اپنے اصل درجہ و رتبہ سے کم پر راضی ہو جائے یا خود پست کر دے تو اس کا نام تواضع ہے۔

تواضع اور ذلت میں فرق

تواضع اور ذلت میں بہت بڑا فرق ہے۔ اگر انسان حظ نفس کے لئے۔ اپنی کمتری و رسوائی اور نفس کی اہانت پر آمادہ ہو جائے تو اس کا نام ذلت ہے۔ اور اگر

خدا کی ذات و صفات - جلال و جبروت کی معرفت اور اپنی عبودیت و انکساری و نقائص سامنے رکھ کر عاجزی اختیار کی جائے تو یہ تواضع ہے

تواضع اور ذلت دونوں چیزیں کس طرح پیدا ہوتی ہیں

حق تعالیٰ کی معرفت اور اپنے نقائص پر متنبہ ہونے کے لئے ایسے علم کی ضرورت ہے - جو انسانی قلب کو روشن کردے اور اس روشنی کی وجہ سے انسان اپنی حقیقت اور حق تعالیٰ کی قدرت و برتری کا صحیح طور پر عالم ہو جائے - ایسے علوم کی تحصیل کے ذرائع صرف دو ہی ہیں - ایک علوم ظاہری یعنی نقوش و حروف کی ترتیب و تذکیر و تراجم جو وحی آسمانی کی صورت میں انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے اہل زمین تک پہنچے - دوم وہ نورانیت و مفہوم و معرفت جو عملی شکل میں رسلؑ و اولیاء الہٰی سے دنیا میں پھیلائیں - یہ دونوں علوم ہر مسلمان و ایماندار کے لئے ازبس ضروری ہیں - تاکہ حقیقت ہاتھ آئے اور اگر بدقسمتی سے پہلے شق سے محروم ہو تو دوسری نعمت اس طرح ہو سکتی ہے - کہ جو لوگ سنت نبویؐ کے پابند اور جادہ مستقیم کے راہ رو ہیں اُن کی صحبت و نصائح سے مستفید ہونے کی ہر امکانی سعی ہو - اور ان پر عمل کیا جائے۔

اس سے تواضع و ذلت میں خود بخود فرق معلوم ہونے کے علاوہ تواضع و ذلت کی حقیقت بھی سمجھ میں آجائے گی۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد

قَالَ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ ذَھَبَ عَنْکُمْ عُبِّیَۃَ الْجَاھِلِیَّۃَ نَخْرَھَا بِالْاٰبَاءِ مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ وَ فَاجِرٌ شَقِیٌّ اَنْتُمْ بَنُوْا اٰدَمَ مِنْ تُرَابٍ لِیَدَعَنَّ رِجَالٌ فَخْرَھُمْ بِاَقْوَامٍ اِنَّمَا ھُمْ فَحْمٌ مِنْ فَحْمِ جَھَنَّمَ (ترمذی)

ترجمہ - حضور علیہ السلام نے فرمایا - کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے، جاہلیت، فخر اور کبر نسبی کو ختم کر دیا اب انسان یا تو متقی مومن ہے - یا بدبخت کافر تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں - چاہئے کہ لوگ اپنے نسبی اور قومی فخر کو چھوڑ دیں ورنہ وہ جہنم کا کوئلہ بن کر رہیںگے

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ - جس نے اللہ کو راضی کرنے کے لئے تواضع اختیار کی اللہ نے اس کو بلند کیا۔

ان ارشادات سے معلوم ہوا - کہ اپنے آپ کو وصف تواضع سے متصف کرنے کے لئے احکام خداوندی کے سامنے گردن جھکا دینا ہی فلاح و کامیابی کا ذریعہ ہے - اور نسبی گھمنڈ میں آکر اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہی ذلت کا سبب ہے

حلم

غیظ و غضب کے جوش کے وقت اور ایسے اسباب پیدا ہونے کے وقت جن سے غضب میں ہیجان و تموج پیدا ہو - اپنے آپ کو سنبھال لینے اور قابو پالینے کو عربی میں کظم غیظ کہلاتا ہے - (غصہ کھا جانا) اور جب یہ صفت نفس انسانی میں فطرتی طور پر جم جانے اور مستحکم ہو جائے تو اس کو حلم کہتے ہیں - تو گویا اس صفت کی ابتداء کا کظم غیظ اور انتہا کا نام حلم ہے - اس صفت سے متصف ہونا ہر شخص کے لئے لازمی اور ضروری امر ہے - ابتداء میں غصہ کو مارنے کی سعی کرے تاکہ کمال عقلؔ و فرزانگی حاصل ہو کر یہ صفت ہاتھ آسکے خصوصاً قوم کے رہنما و ہادی اور ذمہ دار قوم میں یہ صفت بدرجہ اتم ہونی فرض ہے - تاکہ وہ قوم کی کشتی کو بحر زندگانی کے تھپیڑوں سے بچا کر لے جا سکیں - ورنہ خدا حافظ۔

اثر حلم

وصف حلم کی انفرادیت کا اثر ہمیشہ اجتماعی زندگی پر پڑتا ہے - جیسے کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے -

مَنْ حَلُمَ سَادَ وَمَنْ تَفَھَّمَ ازْدَادَ

جس میں صفت حلم موجود ہے وہ سردار ہے اور جس میں سمجھ حاصل کرنے کا شوق ہے - اسکی سمجھ بڑھنے کے لئے راہ کھل جاتی ہے۔

تحصیل حلم کے اسباب

(۱) جہلا پر رحم کرنا اور اُن کی جہالت آمیز باتوں پر درگزر کرنا اور ان سے ہمدردانہ طور پر پیش آنا - حضرت شعبیؒ کو کسی نے گالی دی آپ نے فرمایا کہ اگر تیرا یہ قول میرے بارے میں سچ ہے - تو خدا مجھے معاف کرے اور اگر تیرا یہ قول غلط ہے - تو خدا تجھے معاف کرے

(۲) بدلہ لینے کی قوت ہوتے ہوئے معاف کرنا حضور علیہ السلام کا ارشاد۔

اِذَا قَدَرْتَ عَلٰی عَدُوِّکَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ شُکْرًا لِلْقُدْرَۃِ

(جب تو اپنے دشمن پر انتقام کی قدرت رکھتا ہو تو تُو اس قدرت کے شکریہ میں تو انتقام سے درگزر کر اور اس کو معاف کر دے۔

یہ سب وسعت قلبی کا ثمر ہے

(۳) بدکرداریوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا یہ کیفیت بلند ہمتی و شرف نفس سے پیدا ہوتی ہے - کسی حقیقت شناس کا قول ہے تو مکارم اخلاق کا حامل ہے - اسی طرح بد برائیوں کے برداشت کا بھی حامل ہونا چاہیے

(۴) بُرا کہنے والے کو بدگوئی کا وقت نہ دینا یہ بھی فضیلت حلم میں شامل ہے۔

(۵) جاہل کے جواب الجواب سے شرم و حیا کرنا اس لئے کہ کوئی انسان یہ نہیں چاہتا - کہ وہ کسی سے ایسا جواب سنے جو اس کی خودداری و جذبات کو مجروح کرے - پھر ایک عقلمند کس طرح گوارہ کر سکتا ہے - کہ اس کے جائز جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

یہ صفت کمال مروت و حفاظت نفس سے پیدا ہوتی ہے -

(۶) فحش کلامی و گالی گلوچ سے اپنے آپ کو دور رکھنا بے فائدہ باتوں سے رہنا۔

یہ کیفیت - کرم جیسی نعمت سے حاصل ہوتی ہے

احنف بن قیس فرمایا کرتے تھے - کہ جو شخص مجھ سے عداوت رکھتا ہے - تو میں اس کے مقابلہ میں تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کر لیتا ہوں۔

اگر وہ مجھ سے برتر ہے - تو میں اس کی بزرگی کا اعتراف کرنا اور اس کی قدر کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہوں - کیونکہ اس کے لئے یہی حق ہے - اور حق سے گریز کرنا بد اخلاقی ہے - دوسرا اگر وہ مجھ سے کمتر ہے - تو اس کے لئے حلم اختیار کر لیتا ہوں اور اگر وہ میرے برابر کا ہے - تو میں اس کے طرز عمل کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بلند تر بنا لیتا ہوں - اور اُس کی بُرائی کا جواب بُرائی سے نہیں دیتا

۷ - بُرے کی بُرائی کا قلع قمع کر دینا - یہ کام حزم و احتیاط سے کامیاب ہوتا ہے

حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ عامر بن مرہ زہریؔ سے دریافت فرمایا - کہ سب سے زیادہ عقلمند کون ہے؟ عامر نے جواب دیا - کہ جو جاہل کی بیہودگی کو خاموشی سے ختم کر دے - یہی مطلب ہے اس آیت کا۔

وَاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجَاھِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا - (سورۃ فرقان)

اور جب ان سے جاہل خطاب کرتے ہیں - تو وہ کہتے ہیں - تم کو سلام ہے - یعنی ہم تم سے گفتگو کے لئے معافی چاہتے ہیں۔

(۸) ترکی بہ ترکی جواب دینے میں سزا کا خوف اس کا سبب کبھی تو دل کی کمزوری اور بزدلی ہوتی ہے - اور کبھی احتیاط و اصابت رائے - پہلا سبب اخلاقی فہرست میں شمار نہیں ہوتا - البتہ دوسرا سبب قابل تعریف

قبولیتِ دُعا

(از جناب سعید الرحمٰن مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام لائل پور)

کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس کو ہر قسم کی صلاح و فلاح کی ضرورت نہ ہو اسی لئے اللہ رب العزت نے دارین کے صلاح و فلاح کے واسطے کثیر اسباب موضوع فرما دیئے کہ اہلِ حاجت ان سے مدد لیں اور مہلکات سے نجات حاصل کریں۔ ان اسباب میں سے بجز دعاء کے جتنے اسباب ہیں ان کے مسببات خاص خاص امور ہیں۔ لیکن دعاء صرف ایک ایسی چیز ہے کہ فلاح دین و دنیا دونوں کے لئے رکھی گئی ہے چنانچہ قرآن پاک اور احادیث میں اس کی ترغیب و فضیلت و تاکید جا بجا وارد ہوئی ہے۔ احادیث مقدسہ میں تو بیسیوں جگہ دعاء کے مراتب و فضائل ارشاد ہیں۔ فراخی ہو یا تنگ دستی۔ خوشی ہو یا غمی ہر حال میں اپنے رب سے دعاء اور طلب کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیئے یعنی جس چیز کی ضرورت ہو خواہ وہ دنیا کا کام ہو یا دین کا اور خواہ اس میں اپنی بھی کوشش کرنا پڑے۔ خواہ اپنی کوشش اور قابو سے باہر ہو۔ سب خدا تعالیٰ سے مانگنی چاہیئے۔ لیکن اتنا خیال ضروری ہے کہ وہ گناہ کی بات نہ ہو۔ اس میں سب باتیں آگئیں۔ جیسے کوئی کھیتی یا سوداگری کرتا ہے۔ تو محنت اور سامان بھی کرنا چاہیئے مگر خدا تعالیٰ سے دعاء بھی مانگنا چاہیئے کہ اے اللہ اس میں برکت عطا فرما اور نقصان سے بچا یا کوئی دشمن ستاوے خواہ وہ دنیا کا دشمن ہو یا دین کا دشمن اس سے بچنے کی تدبیر بھی کرنا چاہیئے خواہ تدبیر اپنے قابو کی ہو خواہ حاکم سے مدد لینا پڑے مگر اس تدبیر کے ساتھ خدا تعالیٰ سے بھی دعاء مانگنا چاہیئے کہ اے اللہ اس دشمن کو زیر کر دے یا مثلاً کوئی بیمار ہو تو دوا دارو بھی کرنا چاہیئے مگر خدا تعالیٰ سے دعاء بھی کرنا چاہیئے کہ اے اللہ اس بیماری کو کھو دے یا اپنے پاس مال ہے اس کی حفاظت کا سامان بھی کرنا چاہیئے جیسے مضبوط مکان مضبوط قفل لگا کر رکھنا یا گھر والوں یا نوکروں کے ذریعہ سے اس کا پہرہ دینا۔ دیکھ بھال رکھنا مگر اس کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ سے دعا بھی مانگنا چاہیئے کہ اے اللہ اس کو چور اور ڈاکوؤں محفوظ فرما۔ یا یا کسی نے مقدمہ کر رکھا ہے تو اس کی پیروی کرنا چاہیئے، وکیل اور گواہوں کا انتظام بھی کرنا چاہیئے۔ مگر ساتھ ساتھ دعاء بھی کرنا چاہیئے کہ اللہ اس میں مجھ کو فتح نصیب فرما اور ظالم کی شر سے بچا یا علم دین حاصل کرنا شروع کیا ہے تو اس میں جی لگا کر محنت کرنی چاہیئے۔ اور ساتھ ساتھ دعاء بھی کرے اے اللہ اس کو آسان کر دے۔ اور میرے ذہن میں جما دے یا نماز روزہ شروع کیا یا کسی بزرگ کا بتلایا ہوا وظیفہ شروع کیا ہے یا اور عبادتوں میں لگا ہے تو سستی اور نفس کا مقابلہ کر کے ہمت سے جہاں اس کو بناھنا اس کے ساتھ دعاء بھی کرتا رہے کہ اے اللہ میری مدد فرما کہ ہمیشہ اس پر مداومت کر سکوں، غرض ہر کام اور ہر مصیبت میں جو اپنے کرنے کی تدبیر ہے وہ بھی کرے اور سب تدبیروں کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت سے خوب عاجزی اور توجہ کے ساتھ عرض بھی کرتا رہے۔ اور جس کام میں تدبیر کا کچھ دخل نہیں۔ اس میں تمام کوشش دعا میں ہی خرچ کرنا ضروری ہے۔ جیسے بارش کا ہونا اولاد کا زندہ رہنا نفس شیطان سے حفاظت بیماری سے شفا ظالموں سے بچاؤ ان کاموں کا بنانے والا تو سوائے اللہ رب العزت کے کوئی برائے نام بھی نہیں اس لئے بے تدبیر کاموں میں وہ حصہ تدبیر کا بھی دعاء میں خرچ کرنا چاہیئے غرض تدبیر کی جگہوں میں تو دعاء کے ساتھ ساتھ تدبیر بھی ہے مگر بے تدبیر کاموں میں تدبیر کی جگہ بھی دعاء دی ہے۔

؎ جو کام نہ دولت نہ زر سے نکلے۔ جو کام نہ امداد ہنر سے نکلے جس کام کے کرنے سے ہو قوت عاجز وہ کام دعاؤں کے اثر سے نکلے۔

دعاء کے معنی

عربی زبان میں دعاء کا لفظ ندا اور پکار کے معنی میں آتا ہے جیسے سورۃ بقرۃ میں ارشاد ہے۔ كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً یعنی ان کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایسی چیز کو پکارے جو سوائے پکارنے اور چلانے کے اور کچھ نہ سنے دوسری جگہ ارشاد ہے لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے اور پکارنے کو اپنے درمیان ایک دوسرے کے پکارنے اور بلانے کو نہ سمجھو معلوم ہوا کہ دعاء کے معنی پکارنا اور ندا کے ہیں۔ اگرچہ بعض مقامات پر دعا کے معنی عبادت کے بھی آئے ہیں قرآن پاک میں یہ بھی بہت جگہ وارد ہوا ہے جیسے ارشاد ہے۔ إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا الخ ترجمہ وہ اس کے سوا نہیں عبادت کرتے مگر مؤنث مخلوق کی۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ (ترجمہ) وہ ان سے غائب ہو گیا جس کی وہ پہلے عبادت کرتے رہے ہیں دعاء کے معنی فریاد کرنے میں آتے ہیں قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ۔ اور (اے نبی کریم) جب میرے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں تو ان سمجھا دو کہ میں ان کے قریب ہوں دعاء کرنے والوں کی دعاء کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ کو پکارتا ہے تو بس چاہیئے کہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ادھر سے تو تیار بیٹھے ہیں۔ مگر مانگنے والا طریقہ اور سلیقہ اور پوری کامل اکمل توجہ کے ساتھ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر عجز اور انکسار سے مانگے۔

جس طرح مریض اور بیمار کو دوائی اور علاج کے ساتھ پرہیز کی بھی ضرورت ہے نیز اسی طریقہ سے دوائی کھائے جس طرح پر حکیم نے بتلایا ہو اور ان اشیاء سے پرہیز کرے جن سے پرہیز بتلایا تو تبھی شفایاب ہو سکتا ہے اسی طرح اس روحانی علاج کا بھی یہی حال ہے کہ دعائیں اسی وقت قبول ہوں گی جس وقت کہ ان تمام چیزوں سے پرہیز کیا جائے جن سے شارع نے منع کیا ہے۔ اور ان شرائط

کو اپنے میں جمع کرے۔ جو کہ دعاء کے لئے ضروری ہیں۔ پھر دیکھئے کہ دعاء قبول ہوتی ہے کہ نہیں۔

ویسے بھی دعاء انسانی فطرت کا تقاضا ہے خواہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو۔ خواہ اپنے رب سے کتنا ہی دور کیوں نہ ہو گیا ہو۔ خواہ شرک و کفر کی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں کیوں نہ ہو لیکن وہ کسی مشکل میں جب گھر جائے اور تمام سہارے ایک ایک کر کے اس سے کٹ جائیں تو بے ساختہ اس کی زبان سے یا رب نکل ہی جاتا ہے اور ہاتھ ضرور اس کی درگاہ میں اُٹھ ہی جاتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ۔ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب سے نہایت ہی عجز سے دُعا کرتا ہے۔ اور اللہ اس اضطراری دعا کو قبول بھی فرما لیتے ہیں چنانچہ علامہ محمد ابن محمد ابن محمد جزری رحمۃ اللہ صاحب حصن حصین میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ دعاء سے نا اُمید نہ ہو۔ دعاء سے منہ نہ موڑ دعاء ضرور قبول ہوتی ہے۔ وَلَوْ كَانَ فَاسِقًا اگرچہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔ وَلَوْ كَانَ كَافِرًا اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو دُعا ضرور قبول ہوتی ہے دیکھئے شیطان لعین جب اللہ کے دربار سے دھکیلا گیا تو وہاں نکلتے وقت جاتے جاتے دعاء کر گیا وہ جانتا تھا کہ اگرچہ میں آدم کو سجدہ نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ حکم عدولی کر کے کافر اور لعین ہو چکا ہوں لیکن میری دعاء ضرور قبول ہوگی دعاء کرتا جاؤں چنانچہ اس کی دعاء قبول ہوئی اس نے دعاء کی تھی۔ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ کہ اے میرے رب مجھ کو قیامت کے دن تک مہلت (زندگی) دے تاکہ ان تیرے بندوں کو اچھی طرح گمراہ کر دوں۔ ارشاد ہوا۔ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ کہ جا تجھ کو مہلت (ڈھیل) دے دی اسی وقت کے دن تک جو معلوم ہے۔ یعنی نفخ اول کے قریب تک اس کے بعد نہیں۔ سوچنے اور غور کا مقام ہے کہ شیطان کی دعا قبول ہو گئی۔ دیکھئے جب تُرک قوم مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت مسلمانوں نے جو کہ حکمران تھے ان پر بہت ظلم ڈھائے ان کو بہت تنگ کیا گیا۔ اور خود مسلمانوں نے اسلام کا جنازہ پڑھ دیا تھا کہ اسلام اب دنیا سے رخصت ہو چکا ہے پھر کیا ہوا تواریخ بھری پڑی ہیں کہ ترکوں کے بڑے نے پہاڑ پر چڑھ کر ایک ٹانگ سہارے تین دن تین رات کھڑے ہو کر یہ دعاء کی تھی کہ ہم نے سُنا ہے کہ تو خدا ہے اور تو مظلوم کی فریاد کو سُنتا ہے اور مظلوم کی امداد کرتا ہے ہم بہت تنگ ہیں۔ تیرے ماننے والوں اور مسلمان کہلانے والوں نے ہم پر بہت ظلم ڈھائے ہیں تو ہماری نصرت فرما ہم کمزور ہیں وہ طاقتور ہیں۔ میرے مسلمان بھائی پھر دیکھا کیا ہوا تھا تیسری رات غیب سے اس کو آواز آئی کہ تو لڑ ہم تیری مدد کریں گے پھر جو جنگ ہوئی تو لاکھوں مسلمان قتل ہوئے ہزاروں کو غلام بنایا گیا۔ پھر بادشاہ کے بھرے دربار میں حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت پائے کے عالم تھے، نے اسلام کی حقانیت پر چھ گھنٹے تقریر کی جس پر بادشاہ رونے لگا۔ اور سارے اہل دربار رونے لگے اور بادشاہ مسلمان ہو گیا۔ پھر......کل ترک مسلمان ہو گئے۔ پھر سینکڑوں برس ان سے اللہ رب العزت نے حرمین شریفین کی خدمت کی۔ اللہ رب العزت کی کسی سے رشتہ داری نہیں۔ اس کے دربار میں جو بھی کوئی آئے گا۔ وہ اس کو اپنا بنا لیں گے خواہ کافر ہو یا مشرک اگرچہ بت پرست کیوں نہ ہو۔ یہ ترک بادشاہ جس کی دعاء قبول ہوئی کافر ہی تو تھا۔ دیکھا نظارہ کہ جب اپنے بیگانے بن گئے تو پرایوں کی مدد کر کے ان کو مغلوب کر دیا۔ اسی کو ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم فرماتے ہیں ؎

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اگر مسلمان دعاء کرے گا تو کیوں نہ قبول ہو گی۔ مگر ہاں اس کے شرائط ضروری ہیں۔ دعاء کرنے والے کا دل حضور قلب اور سوز یقین سے معمور ہو۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ پکارو اس اللہ کو خالص اس کے فرمانبردار بن کر۔ ارشاد نبوی ملاحظہ ہو اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ۔ (ترمذی) ترجمہ اللہ تعالیٰ کی طرف قبولیت کا یقین رکھتے ہو اس کو پکارو اور یہ اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل اور بے پرواہ دل سے دعاء قبول نہیں فرماتا۔ ارشاد ربانی ہے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (ترجمہ، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ) پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔ یعنی جب عالم (خلق و امر) کا مالک اور تمام برکات کا منبع وہی ذات پاک ہے تو اپنی دنیوی اخروی حوائج میں اسی کو پکارنا چاہیئے الحاح و اخلاص اور خشوع کے ساتھ بدون ریا کاری کے آہستہ آہستہ اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں اصل اخفا ہے اور یہی سلف کا معمول تھا۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ اس کو خوش نہیں حد سے بڑھنے والے یعنی دعاء میں حد ادب سے نہ بڑھے مثلاً جو چیزیں عادتاً یا شرعاً محال ہیں وہ مانگنے لگے یا معاصی اور لغو چیزوں کی طلب کرے یا ایسا سوال کرے جو اس شان و حیثیت کے مناسب نہیں یہ سب اعتداء فی الدعاء میں داخل ہے۔

دعاء کے وقت تضرع اور خشوع اور عاجزی و انکساری انسان کی ہر ہر حرکت اور ادا سے نمایاں ہو اسی کا دل اپنے رب کی عظمت و جلال سے پوری طرح بھرپور ہو۔ اللہ کے فضل و کرم کی توقع اور اس کے عذاب کے اندیشے سے ملے جلے جذبات دل میں ایک اضطرابی کیفیت پیدا کئے ہوئے ہوں۔

سورۃ انبیاء میں سیدنا حضرت ابراہیم حضرت لوط حضرت نوح حضرت داود حضرت سلیمان حضرت ایوب۔ حضرت اسماعیل حضرت ادریس حضرت ذالکفل حضرت یونس حضرت زکریا حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خصائل حمیدہ وان کے کردار و محاسن کے بیان اور ان کی دعاؤں کی قبولیت کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝ ترجمہ حضرت شیخ الہند رح) وہ لوگ دوڑتے تھے بھلائیوں پر اور پکارتے تھے ہم کو توقع اور ڈر سے اور تھے ہمارے آگے عاجز معلوم ہوا

کہ دعاء میں توقع اور خشیت دونوں شرط ہیں۔ نیز عجز اور خشوع و انکساری دعاء کی بنیادیں ہیں۔ اپنے نیک بندوں کی تعریف میں جابجا ارشاد ہوتا ہے۔ میرے بندے مجھ سے دعا کرتے ہیں۔ امید و بیم کے درمیان درمیان رہ کر۔ کیونکہ اگر اللہ تعالےٰ کی بے پایاں رحمت اور فضل و کرم ہی کا تصور ہو۔ (باقی آئندہ)

بقیہ اداریہ صفحہ ۲ سے آگے

نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے ہوتے ہوئے حضرت شیخ الہند اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما تک پہنچتا ہے۔ ان کے بعد ان کے اخلاف و خلفاء سلسلۃ الذہب (سنہری لڑی) ہے۔ ان سب کا امتیازی وصف یہ ہے۔ کہ یہ صرف خانقاہی بزرگ اور تارک دنیا نہیں بنے رہے۔ اور نہ انہوں نے شریعت و طریقت میں تفریق کی۔ ان اللہ والوں نے دونوں نہروں کے آب صافی سے خلق خدا کے ظاہر و باطن کو مزکیٰ و مصفیٰ کرنے کی مساعی جاری رکھیں۔ اور یہ حضرات کسی نہ کسی رنگ میں اپنے اپنے مذاق کے مطابق باطل کے جہاد میں مصروف رہے۔ حضرت مفتی صاحب موصوف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کے اندر جب کہ دارالعلوم دیوبند کے فیوض سے پاکستانی مسلمان محروم ہو چکے تھے۔ درس و تدریس کا روشن مینار کھڑا کیا۔ یہ انہی کا حوصلہ اور انہی کی شخصیت تھی۔ کہ لاکھوں روپے کے صرف سے جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ پر اپنی شاندار جامع مسجد سمیت تیار ہو کر آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہا ہے۔ جہاں سے سینکڑوں تشنگان کتاب و سنت فیضیاب ہو کر اطراف ملک کو سیراب کر رہے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو الحاد و ارتداد کے خلاف تبلیغ سے بڑی دلچسپی تھی قادیان میں جب پہلی بار آل انڈیا احرار تبلیغ کانفرنس ۱۹۳۴ء میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میں آپ تشریف لے گئے تھے۔ اور آپ نے اپنی قیمتی تقریر میں قادیانیوں کی تمام قسموں کو بلکہ ان عقائد کی کسی طرح بھی تصدیق کرنے والوں کو خارج اسلام ثابت کیا تھا۔ اسی طرح بھی جب علاقہ پنج کٹھا (متصل حسن ابدال و ٹیکسلا) میں خاکساری تحریک کے ضمن میں غلط عقائد کی ترویج ہو رہی تھی۔ آپ نے اس علاقہ کے دیہات میں علماء کو ساتھ لے کر نفی و اثبات کا ذکر کرتے ہوئے اجتماعی طور پر پیدل تبلیغی دورہ فرمایا۔ آپ کی صحبت سے کثیر التعداد اونچے طبقہ کے مسلمانوں اور سرکاری ملازموں کو اتباع سنت کی دولت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی ان خدمات کا سلسلہ دائم و قائم رہے۔ اور ان کی اولاد نیز ان کے خلفاء کو ان کے نقش و قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

معزز قارئین کے اضطراب کو رفع کرنے کیلئے عرض ہے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال یکم جون ۱۹۶۱ء کو بمقام کراچی ہوا جب کہ آپ بمعہ اہلیہ محترمہ کے لاہور سے ہوائی جہاز ذریعہ کراچی تشریف لے گئے تھے۔ اور ارادہ تھا۔ کہ جو فرزند حج پر تشریف لے گئے ہیں کے ساتھ اکٹھے واپس آجائیں گے۔ قضا و قدر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ جو ڈاکٹر بات کرنے اور کسی سے ملنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ وہ سفر کراچی سے نہیں روکتے۔ یہاں تک کہ آپ کو محبوب حقیقی کا بلاوا آگیا۔ دل کا دورہ پڑا اور آپ تمام احباب متعلقین اور متوسلین کو نالاں و گریاں چھوڑ کر جوار رحمت میں جا پہنچے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ستاسی برس کی عمر پائی۔ آپ کی وصیت کے عین مطابق کفن و دفن میں عجلت کی گئی۔ آپ کا جنازہ کراچی نیو ٹاؤن میں جامع مسجد کے احاطہ میں پڑھا گیا اور وہیں کراچی ہی میں قبر مبارک بنی۔ اور اس طرح ان کو موت غربت کی بہت بڑی فضیلت سے بھی ممتاز فرمایا گیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حالات زندگی - ایک نظر میں

نام نامی۔ (مولانا) محمد حسن

والد صاحب۔ (مولانا) اللہ داد

مولد:۔ موضع ل پور۔ تحصیل حسن ابدال

تعلیم:۔ دارالعلوم دیوبند ۱۹۱۷ء ۱۹۲۰ء

بیعت طریقت و خلافت } حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی۔ چشتی۔ صابری امدادی قدس سرہ ۱۹۲۱ء

درس و تدریس

۱۹۴۵ء سے پہلے:۔ جامع مسجد خیرالدین و مسجد نور امرتسر

قیام پاکستان کے بعد:۔ مہتمم جامعہ اشرفیہ۔ نیلہ گنبد لاہور و ۲ فیروز پور روڈ لاہور۔

اساتذہ کرام:۔ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب

حضرت مولانا نور احمد صاحب امرتسری

حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی امرتسری

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی

خلفاء

مولانا چوہدری روشن علی صاحب لاہور

میر واعظ محمد یوسف شاہ (آزاد کشمیر)

مولانا صوفی عنایت علی (گوجرانوالہ)

ثناء اللہ لیونا روڈ کراچی) نو مسلم انگریز

اور دیگر حضرات جن کی تعداد ۳۰ کے قریب ہے۔ ان کے ایک خلیفہ حاجی شیخ اللہ رکھا امرتسری ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز نے مفتی صاحب سے ۴ سال پہلے رحلت کی تھی)

بقیہ اسلامی اخلاق صفحہ ۱۵ سے آگے

جزوے اخلاق ہے۔ اس بارے میں کسی کا مشہور اَلْحِلْمُ حِجَابُ الْآفَاتِ: بردباری آفات کے لئے ایک پردہ ہے

۹۔ قابل احترام کی حرمت و صاحب نعمت کے گزشتہ انعام کا پاس و لحاظ۔ یہ کیفیت وفاو حسن عہد کا ثمر و نتیجہ ہے

۱۰۔ بد اندیشی و جہالت کے مقابلہ میں خفیہ تدبیر و مواقع کی تلاش تا کہ جہالت کو شکست و جاہل کو علمی روشنی سے روشناس کرا کر صحیح انسانی سطح پر لایا جا سکے۔ یہ عین ہمدردی ہے۔ لیکن یہ صفت مصائب کے برداشت کرنے پر پیدا ہوتی ہے۔ بعض حقیقت اس لوگوں کا قول ہے کہ نادان کا غصہ اس کی زبان پر اور عقلمند کا غُصّہ اس کے عمل میں چھپا ہوتا ہے بعض بزرگوں کا قول ہے۔ کہ تیرا جاہل کے جواب میں خاموش رہنا ہی بہترین جواب ہے کیونکہ بسا اوقات تیرا خاموش رہنا اس کی کرب میں اضافہ کر دیتا ہے۔

یہ دس اسباب ایسے ہیں جو انسان کو صفت حلم پر زیادہ کرتے ہیں۔ اور ان تمام اسباب کو موقع بموقع کام میں لانا عین شرف انسانیت ہے

اور اگر کوئی ان اسباب میں سے کسی ایک کا بھی حامل نہیں تو اس کا سکوت حلم نہیں بلکہ ذلت اور ہے۔

نیکیوں کا چراغ جلا کے چل

(از قاضی عبدالحفیظ مبارک پوری مدرس رحیم یار خان)

عزیزانِ ملت! میرے اس عنوان سے آپ بخوبی سمجھ چکے ہونگے کہ میں کیا بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اور آپ کی توجہات عزیز کس موضوع کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ آج میں اس چیز کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں جس کو ہم سب بھلا بیٹھے ہیں۔ وہ ہے "موت"۔ یہ وہ سہ حرفی لفظ ہے۔ جس کے تصور ہی سے جان نکلتی ہے۔ دل دھڑکتا ہے اور آنکھ ٹپکتی ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے ایک حکایت ملاحظہ ہو۔

شیخ سعدیؒ کی شہرہ آفاق کتاب "بوستاں" میں ایک حکایت آئی ہے کہ شہر صنعا میں سعدی شیرازی کا ایک خوبصورت لڑکا مر گیا تھا۔ اور یہ اس کے غم میں اتنے دیوانے ہو رہے تھے کہ ایک رات گورستان (قبرستان) میں جاکر اس کی قبر کھود ڈالی تاکہ نیچے اتر کر لاش سے لپٹ جائیں۔ مگر جب قبر کھود چکے اور مٹی ہٹ چکی تو قبر میں اُترنے کی ہمت نہ پڑی۔ کیونکہ ایک تو رات کالی تھی اور قبر کالی کوٹھڑی تھی۔ اس لئے اس اندھیرے کے عالم میں قبر میں اترنے کی جسارت نہ ہوتی۔ اور سعدی صاحب ایسے ڈرے کہ بس بیہوش ہو گئے۔ اس بیہوشی میں لڑکا یہ کہتا ہوا نظر آیا کہ "باپ! ڈرتے کیوں ہو۔ میں تو ابھی معصوم تھا۔ مجھے سانپ بچھو نہ بچھو۔ تم بڈھے آدمی ہو۔ اگر نیکیاں کی ہوں گی تو بعض گناہ بھی ہوتے ہونگے۔ بس اپنی فکر کرو کہ یہاں تو ہر ایک قبر میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور سوائے نیک کاموں کے کوئی چراغ نہیں جو یہاں اُجالا کرسکے"۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

نہ بھول موت کو غافل کھڑی ہے سر پہ اجل
اندھیری گور میں لے آ کوئی چراغِ عمل

بھائیو! کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہم دُنیا کے بکھیڑوں اور خرخشوں میں پھنس کر موت کو بھول چکے ہیں۔ اس پُر آشوب اور پُرفتن دَور میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جسے موت یاد ہو ورنہ صرف جینا ہی جینا یاد ہے۔ مرنا تو کسی کو یاد ہی نہیں۔ کیا چند روزہ حیاتِ مستعار پر اکڑنے والوں کی نظر خدائے قدیر کے اس فرمان "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" پر نہیں ہے؟ خوب جان لو کہ ہر جان نے جان آفرین کے سپرد ہونا ہے۔ افسوس صد افسوس! ہمارے اندر سے خوفِ الٰہی کا جنازہ نکل چکا ہے۔ اب نہ موت یاد ہے، نہ قبر یاد ہے۔ بس جو من میں آتی ہے کر گذرتے ہیں۔ اگر انسان موت کا نقشہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ مقبولِ بارگاہِ الٰہی نہ ہو۔

ایک نیک بادشاہ نے اپنے محلِ خاص میں ایک تابوت اس خیال سے رکھ چھوڑا تھا کہ اس کو دیکھ دیکھ کر موت کی یاد تازہ رہ سکے۔ لقمان نے چار ہزار کتب کے مطالعہ سے چار باتیں انتخاب کرکے نکالیں۔ ان میں سے دو کے یاد رکھنے کی ہدایت کی اور دو فراموشی کے طاق میں ڈالنے کی۔ یعنی خدا کو اور موت کو جیتے جی یاد رکھنا چاہیے اور اپنی نیکی اور دوسر[illegible] کو بھول جانا چاہیئے۔

بھائیو! یہ ایک واشگاف حقیقت ہے کہ عذابِ قبر اور موت کی یاد ہی وہ چیزیں ہیں جو انسان کو نیکی کی رغبت دلاتی ہیں۔ اور خدائے جبّار و قہّار کے قہر و غضب سے ڈراتی ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ دنیا میں سوائے ذاتِ الٰہی کے کسی کو بقا نہیں۔ دنیائے فانی کی ہر چیز کو فنا ہے۔ بڑے بڑے امیر لوگ جو اپنی دولت و ثروت پر نازاں ہیں ایک دن خاک میں مل کر رہ جائیں گے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

جن کے محلوں میں ہزاروں رنگ کے فانوس تھے
خاک ان کی قبر پر پتہ نشان کچھ بھی نہیں
جن کی نوبت کی صدا سے گونجتے تھے آسماں
دم بخود ہیں مقبروں میں ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں

وہ سکندر جس نے ساری دنیا کو فتح کرنے کا عزم کیا تھا۔ زندگی نے وفا نہ کی۔ آخر پیغامِ موت آ پہنچا۔ دل کی حسرت دل میں لئے دنیا سے چل بسا۔ مختصر یہ کہ دنیا میں کسی چیز کو بقا نہیں۔ ہر امیر و غریب نے ایک دن داعیٔ اجل کو لبیک کہنا ہے۔ اس واسطے موت کو ہر وقت یاد کرو۔ کیا پتہ کب آ جائے۔ انسان کو چاہیے کہ ہر وقت تیار رہے۔ اپنے آپ کو ایک مسافر اور دنیا کو سرائے سمجھے۔ ہر وقت نیک کاموں میں لگا رہے۔ موت کی یاد تازہ کرنے کے لئے بسا اوقات قبرستان کا چکر بھی لگا لیا کرے تاکہ مرنے کا عقیدہ اور راسخ ہو۔

یاد رکھیئے! قبر ایک ایسی تنگ و تاریک کوٹھڑی ہے جس میں نیک اعمال کا فانوس ہی جل سکتا ہے۔ آخر ایک دن ہر شخص نے اس تاریک کوٹھڑی کا مکین بننا ہے ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

خدام الدین لاہور

مدیر انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/ ۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T.۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء